

محمدؐ کی سفر

میں ایک

Checked
1987

سکھ کا نذرانہ

CHECKED 1995

یعنی سفر گوردت سنگھ صاحب دارالبرسٹ

واپڈیٹر اخبار ہندستان کی لکھی ہوئی

سیرۃ رسولؐ عربی

سکھ قوم کی معلومات کے لئے احسن نظامی فہمی نے شائع کی

نومبر ۱۹۲۲ء میں

قیمت

مکتبہ انبیا و اہل بیت علیہم السلام

رسولِ عربی

ہر خطہ بشکے بت عیار برآمد ہر دم بہ لباسِ دگرانِ یار برآمد
القصدہ ہون بود کہے آمدومی رفت تا عاقبت آن شکلِ عربِ وار برآمد

ایک صاحبِ کمال آیا جس نے جلوہ حق دکھایا، جس کسی نے اُسے پریم کی آنکھوں سے
دیکھا، اوس کی تمنائے زندگی پوری ہو گئی، جس کی نگاہِ شوق اُس پر پڑ گئی اُسے منہ مانگی مراد
مل گئی، جس بستر کو اوس مومن نے اپنا درشن دیا، اوس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا،
ہے آمان کہ خاک را بہ نظر کیما کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

اسے عرب کے رہنے والو، کیا ہی اچھے ہونگے تمہارے بھاگ، اور کیا ہی نیک ہونگے
تمہارے بخت، جو تم نے نور خدا کو اپنی آنکھوں دیکھا، حبیب خدا کو اپنی آنکھوں تاکا، تمہارے
وقت پر کل جگ کا پرہ نہ تھا، وہ ست جگ کا سمان ہی ہوگا، اسے عرب والو، تم شاید کوئی
عارف اشد ہو گے، یا ہو گے کوئی دیوبسی دیوتے، وگرنہ عام انسان کے بھاگ میں کہاں اوس
بھگوان کے درشن؟ یہ بڑا درنہ ہے، یہ کہاں ممکن،

اسے ملکِ عرب، اسے بن اور میان کے داس، اسے ریگ و ریگستان کے گھر،

اسے خداوند چہندون کے بھوم، سن تو سہی ذرا میری، اسے چہرون ڈاکوڈن کے ماوا، اسے
 سرزون اور لٹرون کے مسکن، اسے اُجدگنوارون کے ٹھکانے، اسے ازلی بادہ نوشون کے
 خم خانے، مٹا تو مجھے وہ اپنا گن، جس سے عالم بھر کو تو نے نیچا دکھایا، کہہ تو وہ اپنی خوبی، جس سے
 تو نے ادب خضر و خوبان کو اپنا خواہان بنایا، اسے عرب، تیرا نام و نشان دہستی کسی نے نہ سنا
 ہوتا، نہ تیرا ذکر کسی کے کان تک پہنچا ہوتا، عالم کو علم نہ ہوتا، کہ یہاں جھگون کا داس ہے، یا بنی
 آدم کی بستی، جس راگیر کا تم سے اک دفعہ بالا پڑا ہوتا، ادس کی جدا ولد سے بھی کسی نے پہتر ہی
 طرف رخ نہ کیا ہوتا، اسے وحشی عرب، تجھ میں بھرے تھے دنیا کے بدکار اور بگت کے مکار، صرف
 نام نہاد کے انسان مگر کبروت کے شیطان، بیچ ہے،

چلن اون کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
 فسادون میں کشتا تھا اون کا زمانہ نہ تھا کوئی ستانوں کا تازیانہ
 وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
 زندے ہوں جگل میں میناک بیسے

گراے سرزمین عرب، آج وہ دن ہے، کہ تیرا نام و زبان جہان ہی اور خلق خدا تیرا ذکر خیر
 کرتی ہے، کون سی آنکھ ہے جو تیرے دشمن کو نہیں ترستی، وہ کون ہیں، جو تیری دید کی تمنا
 نہیں رکھتی، وہ کون سالک ہے، جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہیں مانا، اور وہ کون فرمانروا ہے،
 جس نے تیری شمت اور بدبہ کو نہیں جانا، اسے خطہ عرب تو نے اب پُرانا جامہ اتارا، تو نے
 نیا دھار دہارا، اسے عرب تو نے نیا جہنم پایا، جو تجھے رسول خدا ہاتھ آیا، تو فرودین،

تو رشک ملت، تجھے اب ہر ناز روا ہو، اور جو تو کہے بجا ہو،
 تمہیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہو داغ کا دل نہ یہ جنس ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہو تا
 مگر کیا کہوں عرب، رب کے رنگ نیارے ہیں، داتا جسے چاہے ویدے، ورنہ تیرے ہاتھ آئے
 یہ دولت محمدی! تجھے نصیب ہو یہ جمال احمدی! تجھے ملے یہ رسول عربی! کیا کہوں عرب! اللہ بے پناہ
 ہے، اسے ہمالہ کی بلند چوٹی، تم ہی کچھ کہو! سینکڑوں رشیوں نے تمہاری شفقت اور پیار کو
 میں نواس کئے، صد ہا جوگیوں نے تمہارے پہلو سے محبت میں بوگ کئے، ہزاروں بندہ
 تمہاری آغوشِ اُلفت میں تپ دھارے، لاکھوں گوردن بدھوں نے تمہارے ہاتھ چرن
 کنول ڈالے، مگر سچ کہتا، کہیں دیکھا ہوں تم نے وہ مکہ کا راج ڈولارا، کہیں نظر پڑا ہو تمہیں وہ
 مدینہ کا پیارا، اسے رو دبار گنگا، تیرے پوتے جل سنیے بجاریوں کو رام نام جپایا، تیری ستیس لہرنے
 مسافرانِ عدم کو تھپک کے ابد کی نیند سلایا، تیرے پانچ پانی نے پریم کے جوت کا دیا ہر پوہلی
 کے من میں جلایا، تیرے ٹیٹھے ٹیٹھے گھونٹوں نے معرفت کے نشہ لب کو آبِ کوثر کا مزہ چکھایا،
 اسے موجِ آبِ گنگا، جس کسی کی آنکھیں تجھ سے دوچار ہوئیں، تو نے اُسے گنگ منتر پڑھائے
 چھوڑا، اور جو خشک زبان تیری نظر پڑا، تو نے اُسے گنگا جل پلا کے چھوڑا، مگر اے آبِ ردو
 گنگا، مجھے اتنا تو بتا، کہیں اُس آبِ زمزم والے سے بھی تیری آنکھ لڑی، کہیں اُس کی
 مدنی نے بھی تجھ سے کوئی گنگا جلی بھری، اُسے دیا ردی، کہیں دیکھا ہو تو نے وہ اکبر زمان
 کہیں نظر پڑا ہو تیری وہ خسر و خوبان، اُسے تختِ طاؤس، کبھی مشرف ہوا ہو تو اُس شاہ
 جہان سے، کبھی مزین ہوا ہو تو اُس نادر زمان سے، اُسے بھارت تیرے یہ اونچے اونچے

محل اور کوٹ اور اون کی شان، اسے ہند تیری دلگداز دلی اور تیرا اگرہ اجمیر ملتان،
 تیرے گل و گلزار اور اون کی یہ سدا بہار، یہ رہی اور رہیگی، نہ مٹائے مٹی، نہ مٹے گی،
 قادر نے تجھے یہ سب کچھ عطا کیا، داتا نے اپنی دیاسے تجھے ہر طرح سرور کیا، مگر اوس بدن کا
 کہ اور وہ موہن کا مدنیہ وہ کعبہ اسلام وہ قبلۃ انسان! ارمان - وہ تجھے حق نے نہ دیا پر نہ دیا،
 افسوس صد افسوس! اسے دیا رہند! وہ کوہ نور تیری کان کو کریم نے عطا نہ کیا پر نہ کیا،
 مگر اسے بھولی بھارت تو اب غم نہ کھا، نہ مینوں سے نیر بھا، بھلا اس سے اب کیا سود
 یہ آہ زاری لا حاصل ہو

عرفی اگر گریہ میسر شدے وصال صد سال می تو ان بہتنا گریستن
 جو یہ بازار کی جنس ہوتی تو تیرا کوئی نہ کوئی سپوت تجھے لا دیتا، خواہ تن من و سہمی کچھ
 نہ لٹا دیتا، پر بھارت - کوئی کرے تو کیا، یہ جنس ان مل ہے، اسکا مول نہیں، داتا کی دولت ہے،
 جسے اوس نے چاہی دیدی، تو اب صبر کی راہ لے اور حوصلہ کو توشہ بنا، تیرا سودا شیوہ نشانی
 رہا، تجھے اتنی بے صبری کس لئے،

بھارت بولی، میں صبر کی راہوں سے اچھی واقف ہوں اور حوصلہ کی منزلوں سے
 خوب آشنا، مجھ پر کیا کیا نہ بتی اور مینے کیا کیا نہ سہا، پر مینے زبان سے کبھی اُت تک نہ کی، مگر
 یہاں تو نہ سوال ہمت کا ہو، نہ حوصلہ کا معاملہ، یہ تو خود داری کا میدان ہے اور ننگ و نام کا
 جھگڑا، میں آن کی آن میں اس پر اپنا آپ کٹا دوں، میں گھڑی پل میں اس کے لئے اپنی ہستی
 شادوں، بھلا عربستان کو ہندوستان پر عظمت، اوس دشتستان کو چھ پر فضیلت، یہ بھلا میں

اپنی آنکھوں دیکھوں! بس! یہ نہ ہوگا! ہرگز نہ ہوگا!!

اے رسولِ عربی! تو خود ہی ہند کی بچا رگی دیکھ اور ہندیوں کی چارہ سازی کر، اے احمد تیرے عشق نے اک ہندی کے دل پر زخم کاری لگائے ہیں، تو آ، دلنوازی کر، چودہ صدیان شاہد ہیں، کہ کوئی یوسف تیرے پایہ کا کسی مصر میں کبھی عزیز نہ بنا، نہ کسی کی گرم بازار سی ہی نے یہ رونق پکڑی جو حُسنِ حقیقت نے تجھے عطا کی، پھر کون ہو جو تیرا شہرہ خوبی اپنے گوشِ جوش سے سُنے، اور تیری کششِ حُسن سے بچ سکے،

نہ تنہا عشق از دیدارِ خیزد بسا کین دولت از گفتارِ خیزد

اے پریم پیارے، میرے بھاگ تو کمان کہ سینے تیرے درشن کئے ہوتے، پر تو ہی نے کوئی سبند کا ایسا جھوک بتایا ہوتا کہ جہان سے تیرا نظارہ نظر پڑتا، مگر یہ کمان! میری شوخی

گفتا کہ چو کشتم بزار سی زان پس رو مہمت نداری

بر دل رقم و فغانگا رسی تو خود سر و صل مانداری

من عادتِ نجاتِ خویشِ دائم

یا محمد، سنتے ہیں جس بشر نے تجھے نظرِ دل سے دیکھا، اوس کا دل تیری ہی نذر ہو رہا، جس آنکھ نے تجھے ایک دفعہ نگاہِ شوق سے تاکا، وہ پھر مشتاقِ نگہ غیر نہ ہی کہتے ہیں تیری چپ بڑی موہنی تھی، اور تیرا روپ انوپ تھا، تیری آنکھ جادو تھی اور تیرا کلام قرآن تھا، اسے دلدار عرب سنتے ہیں۔ تیری پریت کی جوت جس من میں جلی، پھر وہ بھجائے نہ بھجی، اسے تاجدار عرب کہتے ہیں،

غلامِ نرگسِ مست تو تاجدارِ اند
 خراب بادہِ لعل تو ہوشیار آند
 پھر اسے خسروِ خوبی کرنا ایک نظرِ ہر بھی، بھلا دیکھ تو! تیرے در پر کھڑا دستِ سوال دراز کیے
 ہی، دے نامِ عشق کچھ زکوٰۃِ حسن اُسے بھی، مانا کہ تیرا دلِ خود کبریا ہے، مانا کہ تو حبیبِ خدا ہی، مگر
 یہ توین کیونکر کمون تیرے خریدارون میں ہوں تو سراپا نازِ ہرین ناز بردارون میں ہوں
 اسے ناز میں جو تیری ناز برداری بھی نصیب میں نہ ہو، تو نامِ مولا آتنا تو کر ذرا پل بھرا، اور اتنا
 تو بتا جا تجھے یار و اغیار میں فرق کیوں تجھے دوست دشمن میں امتیاز کب سے، تجھے نیک و بد
 میں تفریق کس لیے، اسے مایہ ناز جو یہ نہیں، تو ہم سے بے رنجی کیوں، پھر ہم سے حجاب کیسا۔ آ
 بے حجابانہ در آزدیر کا شانہ، ما کہ کسے نیست بجز درد تو در حنانہ، ما



باب اول

عرب میں قبیلہ قبیلہ کے لوگ جدا جدا رہا کرتے تھے، ملک ریگستان تھا اور علاقہ پہاڑی
بھاری قصبہ یا شہر آباد ہوتا تو درکنار، بڑی آبادی ہی ایک جگہ ہونی محال تھی، بس جہاں
تھوڑا بہت پانی نظر آیا، ذرا سبزہ نے منہ دکھایا، وہیں بیٹھ گئے، اور خیمے ڈیرے ڈال دیے
وہیں رہنے لگے اور اُسی جگہ اپنا ٹھکانا بنالیا، یہی روش مکہ والوں کی تھی، اور یہی رویہ
گرد و نواح کے لوگوں کا تھا،

مکہ میں کوئی راجہ نہ تھا، بڑے بڑے قبیلوں سے دس آدمی چن لیے جاتے تھے،
وہی راجہ کا کام کرتے تھے، اور انھیں لوگوں میں سے خانہ کعبہ کے متولی بھی ہوا کرتے تھے،
مذہب ہی عملدرآمد پر اسی طریق پر وہ لوگ کار بند رہے، ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا،
کہ غنیم نے باہر سے آکر مکہ پر ایک زبردست دھاوا کیا، آنحضرت صلیم کے پردادا ہاشم نے
وہ مقابلہ کیا اور اسی جان توڑ کر لڑے۔ کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی، اور اُسے بھاگتے ہی
ہی، اس نمایاں کام کے صلہ میں لوگوں نے بزرگ ہاشم کو سردار مکہ مقرر کر دیا، اور عہدہ
میراث میں دیدیا،

آنحضرت صلیم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی عمر کا چھ بیسواں سال تھا، جب بنی

آمنہ سے نسبت ہوئی، گھرانہ بڑا تھا ور خاندان شریف، اس دھوم دھام سے بیاہ چھا، دعوتین دی گئیں اور خوشیاں منائی گئیں، بی بی آمنہ جو خوردی میں رنگ مکہ تھیں خوش روی میں شہرہ عرب تھیں دن دو دن کے اچھے پریم پیار سے کٹنے لگے، مگر فلک نا ہنجا اس نے بھلا کب کسے دو گھڑی آند کی دی یا پل بھر چین ہی لینے دیا،

کوئی دم کچے کس طور سے آرام کہیں چین دیتی ہی نہیں گردش ایام کہیں آغاز مسرت ہوا ہی تھا، کہ اختتام خوشی بھی ساتھ ہی ہو گیا، یک قلم کوہ غم آمنہ کے سر پہ اٹوٹا، بزرگ عبداللہ تجارت کے لیے سفر کو گئے تھے، واپسی پر حجب بدینہ پہنچے، تو بیمار ہو گئے، بیمار بھی ایسے کہ جان سے لاچار، دفعۃً تھانے آگھیرا، پیغام اجل آ پہنچا، اور روح پر داز کر گئی، رضائے انہی ابھی عمر کا پچیسواں سال بھی ختم نہ ہونے پایا تھا، کہ تھنا و قدر نے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، بی بی آمنہ کا نخل مراد ابھی بارور نہ ہوا تھا، کہ باغبان چین عالم سے رخصت ہو گیا، واسے حسرت، اُن رمی نصیبی، بزرگ عبداللہ کو وہ کوہ نہال دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا، جسے جلّت کو نہال کرنا تھا، اُسے کیا خبر تھی، کہ اُس کے لگائے ہوئے پودے تلے اک خلق خدا سائے شفاعت و عونڈے گی، نہ اُسے یہی علم تھا، کہ اُسے گھر بہتی گنگا سے تشنہ لب جانا ہے،

جو رنج و صدمہ شوہر کی وفات سے بی بی کے دل پر گذرا، اس کا تو کیا ٹھکانا ہی، مگر آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالطلب کی جو جاگہ حالت ہوگی، وہ تو حد بیان سے باہر ہے، اُدھر سو سال کی عمر گویا چدیری بھی ہو چکی تھی، اُدھر سب سے چھوٹے محنت جگر اور سب سے پیارے پلوت کا عین عالم شباب میں حلت کر جانا، خدا امان دے، اللہ دشمن کو بھی اس صدمہ سے محفوظ رکھے، بزرگوار کے

دل پر کیا کیا گزرتی تھی، بیٹے کے دروس بے بس و بے قرار، اور اس کے دکھ سے لاجوار بے قیام ہو جاتا اور بار بار یہی زبان پر لاتا، کہ کیا مینے اس راحتِ جان کو اسی لئے پالا تھا کہ آج اس بڑھاپے میں دنیا کے دکھوں کا ورثہ باپ کے لئے چھوڑ جائے اور آپ چلتا ہے، اسے اہل اگر تو نے میرے دن ختم کر دیئے ہوتے، تو آج میں اس عذابِ قیامت سے جو میرے سخت جگر کی حالت سے مجھے دیکھنا پڑا ہی بچ گیا ہوتا، میں اپنی آنکھوں وہ شمع روشن تو گل ہوتے نہ دیکھتا الغرض بزرگ کی بے قراری کا کچھ ٹھکانا نہ تھا،

ادھر یہ یکسی اور بے بسی کا عالم تھا، ادھر فرشتہ غیب کہہ رہا تھا، کہ اسے ہمت کے بیٹے اور حوصلہ کے پست، اس وسعتِ خیال کے میدان میں تو اس قدر تنگ خیالی سے کام نہ لے، اور نہ عقل کی باگ ہاتھ سے دے، جس نصیب سے تو بہرہ ور ہے، اس کی تجھے کیا خبر، جو جھاگ بھگوان نے تیرے لئے کھے ہیں، ان کا تجھے علم ہی کہاں، کہ ہر ہے تیرا دھیان اور تو ہے کس سوچ میں، ذرا ہوش کی لے، اور عقل کی آنکھ کھول، جس پریم کو مکہ کے پریم نگر میں اپنی جھپ دکھلائی ہے، وہ ابھی تیری آغوشِ الفت میں آکر نہیں بیٹھا، جس شمع کو اپنی اجنبہ روشنی سے عرب کا اندھیرا اُجالا کر دینا ہے، وہ ابھی روشن نہیں ہوئی، جس چندر کو بھارت میں جو دھوین کا چاند بنا کر چلنا ہے، وہ ابھی نہیں نکلا، جس مہر انور کو اپنے نور سے عالم کو تیرے نور بنا دینا ہے، وہ ابھی نمودار نہیں ہوا، جس موزن کی بانگ کو عرب کے کندھروں سے نکل کر ہمالی کی چوٹیوں پر گونجنا ہے، وہ ابھی مہر ہے نہیں چڑھا، جس نامور کو تیرا نام نامی شہر، شہرِ رشک عالم بنا ہے، وہ شہرہ آفاق ابھی تیرے ہاں پیدا نہیں ہوا،

ابھیہ اوس زشتہ کی زبان پر ہی تھا کہ

یہ ایک ہوئی غیرت حق کو حرکت

اداکار بطمانے کی وہ ددیت

چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

وہائے خلیل و نویر مسیحا

سیدہ بقرہ کے رکوع پندرہ میں رقم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ اے خدا، مکہ والوں میں

ایک نبی انھی میں سے بھیج، ایسا ہی سورہ صافات کے پہلے رکوع اور انجیل یوحنا کی سورہ یوحنا

باب میں حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو بشارت دی تھی، کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا، نام

اوس کا احمد ہوگا، آنحضرت صلی علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے، کہ میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی دعا

اور بھائی عیسیٰؑ کی بشارت ہوں، آخر وہ نیک ساعت آپہنچی جس کا اشارہ تھا، اور وہ شہدہ لکن

آگیا، جس کا وعدہ تھا، چڑھا وہ سورج جھکوان جس کی سنہری کرنوں سے شرق میں جھلک جھلک

ہونے لگی، نکلا وہ چودھویں کا چاند جس کی چاندنی سے غرب کی تاریکی روشن ہونے لگی، خالق خود

خاک پر پہن پہن آیا،

من انداز قدرت را می شناسم

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

بنی آمنہ کے ہاں چوت ہوا، پوت وہ پوت کہ جس کی آمد سے عرش فرش پر اوس کی

نہان ہونے لگی،

نیکلے کہوں میں سے رہی کبھی جو وہم تھی کوئی کائنات میں

بطحا کا باشی من موہن جب فرش پادشاہی میں

سب جو رولاک جن بشراتوں ہی نکالے سائے نبی
 قحط علی کی دھوم مچی آتی تھی صد اسی کان میں
 صانع نے اپنی صنعت کے کرشمے بار بار دکھائے، طرح طرح کے شمع رونمائے، اور عجیب و غریب
 مہر و دکھائے، مگر ذات حق نے اب کے وہ کانِ خوبی دکھائی، کہ جہاں سے عالم بھر کے خوبان
 نے اپنی اپنی ملاحت پائی،

جب حسنِ ازل پردہ امکان میں آیا
 ہر رنگ بہر رنگ ہر اک نشان میں آیا
 حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہی
 جس وقت کہ وہ صورتِ انسان میں آیا
 گل ہو، وہی سنبل ہو، وہی نرگس حیران
 اپنے ہی تماشا کو گلستان میں آیا
 قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے
 ہر تار میں بولادہ ہر اک تان میں آیا
 اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن
 مذکور یہی آیت قرآن میں آیا

بزرگ عبدالمطلب نے جو مناکہ میرے گھر پوتا پیدا ہوا ہے، بے اختیار ہو گیا، بچہ کو
 جو دیکھا تو خوشی سے آنسو بھوٹ نکلتے، بار بار اُس نہی جان کو چھاتی سے لگاتا تھا، اور بھولاہ سماتا
 تھا، اب تو کیا تھا، اس کا سبھی غم غلط ہو گیا، اور طبیعتِ خوشی سے مسرور ہو گئی، بیٹے کی موت کے
 زخم پوتے کی ولادت کے مرہم نے بھر دیئے، شاخِ غم خشک ہو گئی، اور راحت کی کلیاں نکلائیں،
 باوجود اس بڑے بچے کے جگہ بجگہ مجلسیں کیں، راگ رنگ منائے اور شادیاں بجالائے، گھر گھر
 جشن کیے اور پین دان دیئے، داد کو اپنا مرحوم بیٹا دوبارہ نظر آنے لگ گیا، اس کے لئے
 تو گویا عبد اللہ نے از سر نو جنم لیا، بھلا اُسے یہ کہاں علم تھا کہ یہ اس سرور کائنات نے
 جنم لیا ہی، جس کے نام کا ذکر چار کونون میں بھی لگا، اور جس کا جھنڈا صحرا سے ہستی پر ایسا

کر دیکھا کہ نہ اُسے باد شرق ہلا سکی نہ صرصر غرب گرا سکی،

اور ہر مان کی یہ کیفیت تھی، کہ یا تو ہر وقت دامن آنسوؤں سے پڑتا، اوٹھے بیٹھے سوتے جاگتے آہ سے کام تھا، یا نالہ سے غرض نہ خود کسی سے بلانا نہ کسی اور کا ملنا اُسے بھاتا، اب کوئی اظہار ہمدردی اوس سے کرے بھی تو کیا، اور جو اوس کا دل بہلائے بھی تو کیونکر، بس یہاں تو حقیقت وہ تھی، کہ

برو اسے طبعیم از سر کر ز سر خبر ندارم بخدا رہا کنم جان کہ ز جان خبر ندارم
یا اب یہ حال تھا کہ جوین بچہ سامنے نظر آیا، ہر غم تبدیل بہ راحت ہو گیا، دنیا سے از سر نو ہستی ہو گئی اور عالم سے ڈنڈا شتہ بند ہو گیا، نینوں سے گیا گزرا نور پھر واپس آنے لگا، وہ احمد جس کی آمد بی بی کو فرشتہ نے خواب میں بتائی تھی، ملک الملک نے آنکھوں کے سامنے لادکھایا، پھر تو کیا تھا، جہان وحشت دن رات بستی تھی وہاں راحت نے آنا پسیر لینا یا، دن خوشی کے تھے اور راتیں چین کی، مان بچہ کو جو کھیتی تو باغ باغ ہو جاتی، بچہ کی نظر جو کہیں مان پہر جا پڑتی، تو اوس کی سوسو بلا میں لیتی، اور ہزار جان سے اوس پر قربان ہو ہو جاتی، لوگ جو بچہ کو دیکھنے آتے، تو اُسے بھولی پیاری نئی شکل بتاتے، کہتے اس کے لب لعل میں اور چشم جادو،

تجد لب کی صفت لعل بدخشان سے کہو نگا جادو میں تیرے میں غزالان سے کہو نگا
دمی حق نے تجھے باد شمس حسن نگر کی جاکشور ایران میں سلیمان سے کہو نگا
خویش واقارب بی بی سے ہی کہتے، کہ بی بی تجھے مبارک، آمنہ تجھے سوسو مبارک، تیرے سرے بخت جاگے جو تیرے گھر دکا پیدا ہوا، اسے حیات ہو، اسے جوانی نصیب ہو، اس کا

ن کی سرت

اقبال بڑھے، اس کا ستارہ چمکے، بنی بنی بڑا ہی حسین ہے، یہ کیا ہی عجب نازنین ہے،

اسے چہرہ زیبا سے تو رشک بتان آؤدی ہر چند وصفت می کنم حسن زان بالا تری

آفاق ہاگردیدہ ام مہربان وزیدہ ام سیارنویان دیدہ ام آتا تو چیزے دیگر می

تافش می بند و فلک کس زانداہ این ملک خوری نہ دانم یا ملک فرزند آدم یا پری

ہرگز نیاید در نظر صورت ز رویت خوبتر شمس ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری

تو از پری چاکتری و ز بگ بگل نازکتری ذر ہرچہ گویم بہتری حقا عجائب دہبری

مطابق رسم درواج عرب کے، اب بچہ کو خانہ کعبہ لے جاتا تھا، چنانچہ عبدالطلب نے اُسے

گودین لے لیا، اور طواف کو لے چلا، حرم محترم میں پہنچ کر بزرگ نے اون سلون کو سجدہ دیا

اور بتوں کے آگے سر جھکا یا، اور اون کے حضور میں دعا مانگی، کہ اے بتو، میرا بخت خفہ تیار

ہوا، میرا بھولا بھلا نصیب پاو رہوا، جو میرے بیٹے کے گھر بیٹا ہوا، اے مندر کی موتیو، میرے

بچہ کو حیات بخشو، اور اس کی عمر دراز کیجو، وائے حسرت،

بزرگ کی بھلا وہ دور میں آنکھ کھان، کہ وہ دیکھ سکتا کہ میرے بچہ کے دست قدرت میں

قرآن بتوں کی اپنی حیات ہو، اور اس کے بازو سے مہمت میں ان کی اپنی عمر درازی، میں بھلا

اس جگہ سے میں یہ کیا دعا لگتا ہوں، اور اس صنم خانہ میں دست بدعا کس سے ہوں، راز ربی

سوسال کا بڈھا بزرگ، عمر گزری مورتی پوجن میں، سینکڑوں پجاریوں کو ان کی پوجا

کرتے اور جاتریوں کو ان کی آستین چومتے دیکھا، مگر یہ نہ دیکھا کہ بھلا ان سے تسکین قلب کسی کو

ہوتی تھی، آخر خدا کی شان اس پر بھی اوس کا اعتقاد کامل، ان ہی کی ذات پر کہ جو ملے گا

قرآن ہی کے در سے، اور جو بگڑی کبھی نبی تو ان ہی کے جناب سے،

بھولی دنیا۔ بھلا بتوں نے کب کسی سے وفا کی، ایک نمین کوئی ہزار جان سے ان پر
شمار ہو، تن من دھن سبھی لٹا دے، کوئی من چلا ان کی آستین پہ سر گھسا دے، مگر یہ وہ
ذات ہیں، کہ کبھی خاطر میں نہ لائیں اور آنکھ سے آنکھ نہ ملائیں، بڑے بڑے خاندان انھوں نے
تباہ کیے، بڑے بڑے خبر و جہان انھوں نے فنا کیے، بتوں سے وفا ڈھونڈھتا، ان سنگدلوں
سے پیار کرنا، خدا پناہ دے، ان کا عشق بری بلا ہو، نہ اس کے ڈسے کا علاج نہ کاٹے کا منتر
مگر کون سمجھا اس بزرگوار کو؟ اور کوئی اوس سے کہے بھی تو کیا؟ اوس کے لیے لات و پیل
تو تاتھ و نندتے، وہ بھلا کہاں کسی کو سنتا تھا،

بت پرست بزرگ نے بتوں کے گرد آخر بت شکن بچہ کو پھرایا، طوان کیا، اور سجدہ کرایا،
اس رسم و رسوم سے فارغ ہو گھر واپس آیا، اور سب کنبہ قبیلہ کو بلوایا، خویش برادری اکٹھے
ہوئے، راگ رنگ کی محفل رچی، اور بچہ کا نام نامی اسم گرامی عطا رکھا گیا،

زبان پہ بار خدا یا یہ کس کا نام آیا کہ میری نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

بچہ نے ابھی چند ہی روز مان کا دودھ پیا ہوگا، کہ اُسے ملک کے رسم و رواج کے مطابق

ایک دودھ مان (ہلیمہ) کے سپرد کر دیا گیا، چار سال تک اوس نے اسی کی گود میں پرورش

پائی، اور اسی کے ساتھ رہا، یہ دو دفعہ سال میں بچہ کو مان کے پاس وکھلانے لایا کرتی تھی،

مان جو بچہ کو دیکھتی، تو باغ باغ ہو جاتی، کہتی اس غنچہ دہن نے مجھے نہال کر دیا ہے، مگر اُسے

یہ خبر نہ تھی، کہ اس نو نہال کی مہک کو چین عالم کو نہال کر دیتا ہے، عرب میں ویسے تو فاندانی

اکے

لرنا

بچہ دو برس تک اتنا ون کی گود میں پرورش پایا کرتے تھے، مگر نبی بڑھی دورانیش تھی، اس لئے بجائے دو کے چار سال بچہ کو حلیمہ کے پاس ہی رہنے دیا، تاکہ شہری عفونت سے دور دیہاتی آب و ہوا میں یہ سبزہ خشن نشوونما پائے، اور آئے دن ضعف کا نوالہ اور امراض کا شکار ہی نہ ہوا رہے،

نظاہر بچہ کی ماں سے یہ علحدگی کوئی بڑھی بات معلوم نہ ہو، مگر فی الحقیقت یہ ایک بھاری بات ہے، کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے، ایک نوجوان نبی، پھر بیوہ، اس پر ایک لڑکھچہ ایسے بچہ کو اپنے سے علحدہ کرنا اور چار سال تک اس سے علحدگی رکھنا کار سے دارد، بچہ سے جدائی اختیار کرنا بدین خیال کہ اسے تن تو اتانی حاصل ہو، بلا سے مجھے غم جدائی کا سا متا ہوتا ہے تو ہو، یہ ہر کہ و نہ کا کام نہیں، یہ اُسی نیک وزیر کا کام ہے، جو نہ صرف دور میں آنکھ رکھتی ہو، بلکہ جسے صبر و شکر کا یا رہی ہو یہ ایک وصف خدا واد ہے، وگرنہ کسی خوب دین پر خویاں! حسن و انش کا پیوند! یہ ایک چہنما ہے، ہم نے تو حسن حسین کو دیکھا، اجمل ہی دیکھا، صانع نے جسے تسک دے، اس سے پہلے عقل لے لی، مگر ایک آئینہ تھی، کہ جس میں یہ جوڑ میل برابر کا موجود تھا، مان کی یہ دلی مراد خوب برآئی، بچہ کی صحت کے نہال نے ایسی جڑ پکڑی کہ معصیتوں کے سینکڑوں طوفانوں سے اُسے مقابلہ زندگی میں پڑا، مگر وہ اوسکا پتہ تک نہ ہلا سکے، افسوس ہے تو یہ کہ مان کو اپنی محنت کا شجر پھلا پھولا دیکھنا نصیب نہ ہوا، مان بیٹے نے فی شکل تمام دہی سال اکٹھے گزارے ہوئے، کہ تھا و قدر نے پردہ مفارقت در میان میں ڈال دیا، حضرت آمنہؓ را ہی ملک عدم ہو گئیں، اور چند سال کا خورد سال چھ چھوڑ گئیں، عبرت کا مقام ہے، کہ مان بے بس

بستر مرگ پر پڑی ہے، اور بچہ کی بیکسی پر دم بخود ہے، دل میں کہتی ہے، کہ بس اب گھر ہی ہے کہ چل کر
اس کی دیکھ بھال کرے گا نہ اس کا کوئی بھائی بہن بہن، باپ قدرت نے پہلے ہی
لے لیا تھا، اب میں بھی باپ کا ہوں، ہائے رسی میری قسمت، اُن رسی میری شومی بخت
ماں حسرت بھری نگاہ سے جان مادر کو بار بار تکتی، مگر حالت نازک تھی اور وقت نزع کا، آنکھ
اُٹھانا اور نظر بھر کر دیکھنا بھی تو کٹھن ہو رہا تھا،

اُدھر بیٹا ششدر و حیران سر جھکائے غم کی شکل بنائے کھڑا تھا، کہ یہ کیا ہو رہا ہے، باپ کا
نام و نشان نہ دیکھا، ماں دیکھتی نصیب ہوئی تھی وہ بھی اب چلی، یہ دردناک نقشہ دیکھ کر خوش واقاب
خون روتے ہوں گے، اور شہر کے لوگ داد دلا کرتے ہوں گے، کہ یہ کیا ہونے لگا ہے، کوئی اسم کھ
نہ ہوگی جو آنسوؤں سے تر نہ ہو، اور کوئی دل نہ ہوگا جو دکھ کے دریا میں ڈوبا ہوا نہ ہو، ہر جگہ سکتہ کا
عالم ہوگا، اور شہر ماتم کدہ بن رہا ہوگا،

بچے چارے مصیبت کے مارے نے ابھی تھوڑا ہی وقت گزارا ہوگا، کہ ایک اور آفت اُسکے
سر پر ٹوٹ پڑی، جو آسرا داد کا تھا، وہ بھی جاتا رہا، بزرگ عبدالمطلب بھی چل بسا، اور آٹھ
سال کا یتیم بچہ چیخے چھوڑ گیا،

بس اب تنہا واحد جان، دیکھوں کے ساز درد و دل کے سامان کرے تو کیا اور جائے تو
کہاں، نہ باپ کی شکل دیکھی نہ ماں کی گود کے سوائے کوئی آرام، اب طح طرح مصیبتوں سے مقابلہ کر گیا
اور دنیا کے جھگڑوں سے محالہ یتیم تو باپ کی موت ہی نے کرو دیا تھا، مگر وادائی وفات نے کاسے
غم بالکل لبریز کر دیا، مرضی موئی، شریف گھر نے کا لڑکا شریف مکہ کا پوتا، آن کی آن میں بیکس

حالت

و بے خانان ہو گیا مگر اس بچہ کو یتیم کرنا بھی شاید راز ربی تھا، ذات حق کو اسے ایک خاص منصب عطا کرنا تھا جس کے سر انجام کے لیے تجربہ ذاتی کی اتنی ہی ضرورت تھی، جتنی کہ مشاہدہ اصلی کی، چنانچہ حق نے جب اسے اس عمدہ سے سرفراز کیا، اور امتحان میں ڈالا، تو پھر وہ یتیم کیا خوب آترا،

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پر اٹے کا غم کھانے والا
فقیروں کا بلحا ضعیفوں کا مادر می یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

اب سمجھو تو کون تھا، جو یتیم کو سنبھالے، بھلا مان باپ کے سوائے کون کسی کو پائے، مگر
خدا کا راز ہے، آپ کا چچا بزرگ ابو طالب ایک بڑا کنہہ پرورش تھا، اوس نے نہ صرف بچہ کی
بچپن ہی میں پرورش کی، بلکہ جوانی میں بھی پورا پورا ساتھ دیا اور بڑھاپے تک برابر شامل حال رہا
بڑا وفادار مرد تھا، وہ وفا کا نام رکھ لیا، بزرگ نے اپنے ساتھ ہی آپ کو کام بیچ بیوپار کا شروع
کرایا، اور دونوں چچا بھتیجے کٹھے باہر اندر آنے جانے لگ گئے، پچیس برس کی عمر تک آپ کو زیادہ تر
مصرفیت و مشغولیت تجارت میں ہی رہی، اور جہاں کہیں باہر جانے کا اتفاق ہوا، چچا کے
ساتھ ہی گئے، ایک دوسرے سے پل بھر کی جدائی بھی دو بھر معلوم ہوتی تھی، آپ نے تجارت کے
کام کاج کو بہت اچھا نبھایا، اور اپنی طرز خوبی اور طریق حسن سے اپنے کاروبار میں بڑا نام پایا
یہاں تک کہ آپ کو لوگوں نے صادق اور امین کے خطاب سے مخاطب کرنا شروع کر دیا،

تجارت و صداقت ہر دو ضدین ہیں، ان کا ساتھ ساتھ نبھانا گویا آگ پانی ملا ہونے، امکاناً
اکٹھا کرنا کارسے دارد، تجارت اول تو ہمیشہ ہی ایسا ہے کہ جس کے اشتیاق کی اگنی کو اگر حسد و
و حرص کی ہوا کے بھوت ساتھ ساتھ دھونکتے نہ رہیں، تو بیچ بیوپار کا گرم بازار آٹا ناٹھا ٹھنڈا

ہو جائے، خواہ کوئی کتنی ہی جسن بے بہا کیون نہ رکھے، جب تک اُسے دھوکے کا رنگ نہ دے اور اُسے فریب کے شیشے میں نہ اُتارے، کوئی اُسے لینے کا نام تک نہیں لیتا، جس جگہ میں محبت کا معیار زرا در پریت کی پرکھ پیسا ہو گیا ہو، وہاں مال و متاع کے خریداروں کی دلداری بھلا بجز ریاکاری کمان ہوئی، ایسے زمانے میں جہ زرا کا اس قدر زور ہو اور محبت کا عالم گیر قحط تو مکر و فریب سے بھاگنا اور راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور صادق اور امین کہلانا یہ کسی کا کام ہو

پھر سچ بولنا کس روئے زمین پر؟ عرب کے اندھیرے میں، جہاں نہ عقل کی روشنی ہو نہ تیز کا اُجالا جسے دیکھو اندر باہر سے کالا، جہاں لوگ ہر کالے فن میں ماہر ہوں، اور ہر سیاہ ہنرمین طاق، وہاں اگر راستی جائے تو اپنا منہ ہی کالا کرانے جائے، ایسے بدکرداروں میں نیکی کا رہو کر ہنایہ کسی کا کام ہے، کوئی ہے آدم کی اولاد سے ایسا! کوئی ہو مرد میدان اس طرح کا جسے دعویٰ ہو، وہ آئے نکلے اور دکھائے اپنا کرب،

پھر سچ بولنا کس عمر میں، جب سن ہو میں بچپن، عین جوانی اور اندھی مستانی، یہ عمر زندگی کا وہ حصہ ہو، جب سچ بولنا تو درکنار سچ سوچنا کہ سچ کہا جائے یا جھوٹ، انسان خاطر میں نہیں لاتا، یہ بلا کا وقت ہو، اس وقت جوانی کی اُمتنگ اور شباب کے ولولہ اپنی دھن میں بشر کو ایسا منہ زور اور بے لگام لئے جاتے ہیں، کہ وہ دائیں بائیں گھاؤ تک نہیں کرتا کہ کون سی راہ راست ہے اور کدھر کو ہے کچ روئی، اُسے خط ہو تو بس اک اپنے خیال سے کہ جس طرح بھی ہو، یہ ضبط پورا ہو، جھوٹ موٹ جو بھی بن آئے، بناؤ۔ مگر اپنا جنون نبھائو، یہ جوانی بڑی بلا ہے، اس کا امڈا ہوا دریائے الامان، جوئے جوانی کی ایک لہر جو آئے، تو تمام خرمن ہوش و حواس کے بہا لیجائے،

اس کے شباب کی اُمنگ کا دریا جو کبھی جوش و خروش میں آجائے، تو عقل و خرد کے تمام اشجار کو بڑے
 اُکھیر لیجائے اور جو کبھی اس کے دلوں کی ندی نالے طغیانی پر آجائیں، تو بڑے بڑے گنی پندتوں
 اور دھرم دان کیلینٹروں کو مہ اون کے سب گیان گوشت کے آگے بہا لیجائے،

عمر کے اس عالم میں صادق القول بننا بشر کی مقدور سے دور ہے، اور انسان کی طاقت سے
 باہر، یہ بات ہی کچھ اور ہے، آؤ لوگو، دیکھو، یہ ظلم حق ہے، اسے آنکھ والو دیکھو تہمت کے سلسلہ کو
 برہمن نہ کرو، اور نہ نکار کے نور کو اجسام خاک میں نہ ملاؤ، آؤ، اس امین کو دیکھو، یہ امن روپ ہے
 یہ سند روپ ہے، اسے کافون والو، اس صادق کی سنو، یہ کان قرآن ہے، یہ صداقت کا پیغام ہے،

ان دنوں مکہ منظمہ میں ایک بیوہ بڑی شریف گھرانے کی متمول رہا کرتی تھی، نام اس کا
 خدیجہ تھا، اور عمر کوئی چالیس کے قریب تھی، دولت حسن، خدیجہ کی بڑی تھی، مگر دنیا کا مال متاع
 اس سے بھی کہیں زیادہ تھا، البتہ اگر کمی تھی تو یہ کہ اُسے کوئی لائق منتظم نہ ملتا تھا، جو اس کے
 کاروبار کو خوش اسلوبی سے سنبھالے، جس کسی کے سپرد وہ کام کرتی تھی، وہ اُسے جمع خرچ پورا
 کر دکھاتا تھا، باقی خیر و عافیت، اسلئے خدیجہ کو بھلے آدمی کی تلاش بڑی رہتی، مگر کام کا آدمی
 بھلا کہاں ملے، اس نے کوشش نہ چھوڑی اور جستجو برابر کی، آخر اس کے کانوں تک بھی آپاکی
 دھاک جا پہنچی، کہ اک فوجان لڑکا محمد نامی بڑا ہونمار ہے، واک کا سچا، اور زبان کا پورا ہے،
 سچائی سے ایک قدم پرے نہیں ہٹتا، اور جھوٹ کے نزدیک نہیں جاتا، لقب اس کا امین
 اور خطاب اس کا صادق ہے، خدیجہ کہنے لگی کہ جو ایسا آدمی میرے ہاتھ آجائے تو میرا
 سبھی بگڑا کام بن جائے، اس بگڑی بنانے والے کو یہ منظور تھا، کہ خدیجہ کا نہ صرف ایک ہی
 خدیجہ کو ملا

گہڑا کام بن آئے بلکہ اسے ایک ایسا کارساز مل جائے، جو اس کا دائمی ساتھ بھائے چنانچہ بی بی نے آپ کو ایک پیغام بھیجا، کہ جو تم میری ملازمت اختیار کر لو، اور میرے کام کو حسن انتظام سے نبھادو، تو میں تمہیں ادس آمدنی سے دو چندہ یا کروں گی، جو اب تمہیں ہوا کرتی ہے، مجھے دیانت دار اور راست گفتار آدمی کی بڑی چاہ ہے، تمہاری سچائی کی خوبی اور دیانت کے شوق نے مجھے تمہارا خائق بنا دیا ہے، جو تم میرے مال کو اپنا مال سمجھو اور میرے نقصان کو اپنا زیان، تو پھر کوئی حق خدمت بھی جو تم مانگو، مجھے دینے میں دریغ نہ ہوگا، جو یہ شرائط تمہیں منظور ہوں، تو مجھے تم ہر طرح مقبول منظور ہو، آپ کو جو یہ پیغام آیا، تو آپ نے بعد صلاح مشورہ اپنے چچائے سے یہ فیصلہ کیا کہ ایسی قدشاس عورت کی ملازمت ضرور اختیار کر لینی چاہیے، چنانچہ آپ خدیجہ کی خدمت میں چلے گئے، آکر کام کا ج سنبھال لیا، اور کاروبار کرنا شروع کر دیا،

ابھی تک تو سب سنی ہی سنائی شہرت تھی، جس پر خدیجہ نے آپ کو اپنا ملازم مقرر کیا تھا، اب اس نے اپنی آنکھوں بھی دیکھا کہ نہ اسے دکھلا دے سے غرض ہے، نہ شہرتی سے کام، نہ اسے دن چین ہے نہ رات آرام تو خدیجہ حبیب یہ دکھتی تو خوش و خرم ہو جاتی، اور ہو کیون نہ کام، ادس کا وہ بدن بڑھنے لگا اور ستارہ ادس کی دولت کا چمکنے لگا، جون جون آپ کی قدر و قیمت خدیجہ کے دل میں بڑھتی گئی، ویسے ہی ساتھ ساتھ محبت کی شمع بھی ادس کے دل میں روشن ہوتی گئی، آنکھوں والو، آنکھیں ٹپکیں نعمت ہیں، خدیجہ آنکھ رکتی تھی، اسے احمد کے اُجالے میں حقیقت حق نظر آنے لگ گئی، اُدھر وہ سزا پا تو رہا، دھریہ حقیقت میں نین، بھلا اثر کیسے نہ پیدا ہو، خدیجہ کو الفت کی لوگی، اور ادس کے من میں کسی کے پریم کی جوت جلنے لگی، کیا صداقت و کیا دیانت داری، کیا خبر دہی و کیا خوش گفتاری

دل چٹنا

سب نے بل بل کر ایسا چھاپہ خدیجہ کے دل پر مارا کہ اُس کا قلعہ دل تنہا ہو ہی گیا

دل ہی رو رو دستم صاحبِ دلانِ خدا را درد اکہ رازِ نہانِ خواہد شد آشکارا
کشتی شکستگانِ ہم اے بادِ شرطِ بر خیز باشد کہ باز ہم آن یار آشنا را
اے صاحبِ کرامتِ شکرانہ سلامت روزے قصہ قے کُن درویشِ مینو را

خدیجہ دل ہی دل میں کہتی ہوگی، کہ کل تک تو میں اچھی بھلی تھی، اب بیٹھے بٹھائے، مجھے یہ کیا ہونے لگ گیا، یہ اب بات بیتی کیسے، ایک تو خلقت مجھ پر طعنہ کر گئی، کہ چالیس کا تو اس کا رسن ہو گیا ہے اور ابھی اسے برابر دنیا ہی کی دھن لگ رہی ہے، اوس پر منسلک یہ کہ میرا تو ادھر آغا ز انجام ہے اور جوانی کا قصہ تمام ہے، ادھر وہ رنگیلا، رسیلا جوان، حسینوں میں بلا کا حسین، تازہ دلوں میں اچھو بہ تازہ نین، وہ مدھر بھرے نین وہ بانٹی تر چھٹی نگاہیں، وہ رُخ انور اور اوپر کالی بلایں،

رخِ تورقِ قرینکست لبِ تو قیمتِ شکرِ شکست
من ز اولِ شکستہ پا بودم عشقت آمد مرا بسرِ شکست
ترکِ چشمِ مرا بہ نیزہ بزد تو کِ آن نیزہ درِ جگرِ شکست
ہر کز دل رسید و حلقہ بزد پاسانِ خفتہ بود درِ شکست

ان ہی ترنگوں میں خدیجہ کا دن سے رات اور رات سے دن ہو جاتا، نہ کوئی تجویز بن آتی، نہ کوئی تدبیر ہی سوچتی، ہر وقت اسی خیال میں رہتی، کہ کوئی ایسی صورت بن آئے، جو من کی مراد بر آئے، اوس بیچارہ کی کو اب وہ لاش یا تو کعبہ کا طواف تھا، یا بتون کی پوجا، اون کے حضور میں جا دعائیں مانگتی، اور اون کے روبرو نشین مانگی، خدا کی شان، خدیجہ بتوں کے سامنے ہوس بن ٹکس بنی

آرزو میں جا جیسا نیاز ملتی، بہت وقت ایسے ہی اوس نے گزارا، کچھ اوس کا سینہ بھلا بننا ہی کیا تھا،
 آخر ایسی دل برداشتہ ہوئی، اور اوس کے شیشہ دل میں ایسی ٹھٹھکی لگی، کہ اُسے اندر ہی اندر بتوں
 سے نفرت پیدا ہونے لگ گئی اور چون چن آنحضرت صلیم کی ذاتِ بَرَکات سے خدیجہ کا عشق بڑھتا گیا،
 ساتھ ہی ساتھ بتوں سے دل ہٹتا گیا، ایک دن جو طبیعت اوس کی بہت تنگ ہوئی تو بے ساختہ کہنے
 لگی، کہ میں ان کعبہ کے بتوں سے آخر کیا پایا، ناشی رو رو اپنا آپ ہی گویا، میں چھوڑے یہ بت بے پروا
 نہ ان سے کوئی تجویز نہ آتی نہ تدبیر، یہ سب تپھر کی مورتی ہیں اور کالے کاٹھ کے بت، ان میں کھا ہی
 کیا ہے، لعنت ہو ان پر اور ٹپکا ان کے بوجھنے والے پر، نہ مجھے ان کا بھروسہ رہا ہے نہ ان پر اعتقاد،
 اب میرا بت ہی تو ایک، اور دلدار ہی تو ایک، اب سر بسجود ہو گئی تو احمد کی جناب میں، اور دستِ بدعا
 ہو گئی تو محمد کے حضور میں، کہاں میں ان ناخبر مون کے پاس روز جاؤں، اور حالِ دل ان سنگدلوں کو
 سنائوں، اب ان کے آگے دستِ سوال دراز کروں، بس ہو چکے میرے سوال اور دے چکے یہ جواب
 میرے من کے مندر میں ہے میرا محمد، میں کیوں نہ یہ راہِ مستقیم لون اور دلدار کی درگاہِ عالی پہ خود
 جا حاضر ہوں، چاہے اب تمام عرب بھڑے کھ موڑ جائے چاہے سارا جگ بھی چھوڑ جائے، بس میں
 اب پوچھوں گی تو ایک دلدار محمد کو،

سرسلسلہ اہل جنون، موئے محمدؐ	محرابِ عبادت خمِ ابروئے محمدؐ
دشمنِ کنایہ بود، از روئے محمدؐ	والیل اشارتِ کدازِ موئے محمدؐ
بر بادِ بدخترِ من صد طبلہٗ عنبر	یک نغمہٗ رسد گرزِ دو گیسوئے محمدؐ
تا گلِ بچکد از عرقِ روئے محمدؐ	شد بل جانِ شیفتہٗ روئے محمدؐ

خدیجہ نے اب ارادہ مصمم کر لیا کہ میں خود جاؤں اور رازِ دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جتاؤں اور
یہ کہوں کہ اسے صادق مجھے قسم ہے تیرے نقشِ کعبِ پاکی کہ تو دیانت میں شہرہٴ آفاق ہو، اور راستی میں
رشتکِ عالم، مگر تو ہی مجھے راستی سے اتنا تو بتا کہ تو نے میرے دل سے دیانت کی؟ اے امین، کب
میں یہ دل تیرے پاس امانت رکھا تھا، میں نے تو صرف اپنا زرو مال تیرے حوالہ کیا تھا، دل کا بیوپار
تو تیرے سپرد کیا تھا، تو نے یہ کیوں لوٹ لیا، اس شیخون کا مجھے تجھ پر شبہ بھی نہ تھا، نہ تیری ذات سے
اس دھارٹاڑ کا اندیشہ، کتنے لگی بس میں یہ سب کچھ کہوں گی، پھر دیکھوں گی، بھلا کیا جواب اوں سے
بن آتا ہے، مگر ساتھ ہی دل میں یہ بھی کشک گئی، کہ بائیں تو یہ سب کہنے والی ہیں، مگر کہنے کا کون،
یہ دستورِ زبان بندی جو کیسا تیری مصل میں یہاں تو بات کرنے کو ترستی جو زبان میری
شاہ اگرچہ خود خدیجہ کے ملازموں سے تھا، مگر مہبتِ حسن اور رعبِ عشق بھی تو بلا کا اثر رکھتے
ہیں، کیا مجال کہ خدیجہ کا لبِ گفتگو کوں سکے، بہت جدوجہد اوس نے دل سے کی، کہ سامنے ہوا آنکھ سے
آنکھ ملا بات کر سکے اور رازِ دل جتا سکے، مگر حوصلہ کا قدم آگے نہ بڑھ سکا، بچا پری جہان کی جہان تھی
وہیں رہ گئی، دل میں جوڑ توڑ مگر برابر لگا رہا، بہتر سے تجویز و تدبیر کے گھوڑے آگے پیچھے دوڑا سے،
مگر میدانِ عشق کا تھا، کوئی دو قدم چلا کوئی چار، کوئی یہاں رہا کوئی وہاں گرا، آخر مورچہٴ محبت
دلدارِ شاہسوار کے ہاتھ رہا، خدیجہ کھراٹھی اٹھی اور چلائی،

بھیر تم کہ عجب تیرے کسان زدہ بھیر تم کہ عجب زخم بے نشان زدہ
گجا روم بلکہ گویم گوچہ چپا رہ کنم گہ تیر عشق مرا اندرونِ جہان زدہ
آخر حجبِ دل کا پھار ڈرا ٹھنڈا ہوا، اور سنبلعلی، تو اوس نے سب معاملہ پر سہارہ سے
تجزیہ نکال

دوبارہ نظر ڈالی، زمانہ کے گرم سرو سے خوب واقف تھی، اور طریق مصلحت سے خوب آشنا، دل میں سوچا کہ یہ محبت کا میدان ہے، اور عشق کا مرکز، غنیمت زور آ رہے، اور میں قلعہ میں محصور ہوں، جو میں نے تفصیل سے باہر نکالا، تو نگاہ ناز کے تیرون کی بوجھار سے میرا بھی کام تمام ہو جائیگا، اور میری آمیدوں کا خاتمہ، میری عقل کے ہتھیار اور محبت کے سپہ سالار سبھی رہ گئے، میں، یہاں اب ایک میں ہی اکیلی بیٹھی کٹ انفسوس ل رہی ہوں، اب یہ بات بنے تو کیسے، اور ڈھنگ لڑے تو کس فزع پر یہ کام نہ داؤ پیچ کا ہو نہ کرو فریب کا، کیونکہ نہ اسے حرص و ہوس سے غرض ہے، نہ زن و زر کی پرواہ، ہوتے ہو کوئی اعلیٰ تدبیر سوچوں، مگر تدابیر میں احسن تدبیر تو راستی ہے، اور وہ صادق ہے بھی فریقہ نشینی کیونکہ نہ ایک پیغام بر بھیجوں، جو اسے حقیقت حال بتائے، نکاح کا پیغام لیجائے، اور اسے بھی حال دل جانسانے، سوچ بچار اور آخر یہ صلاح پختہ کر لی، اور ایک معتبر ہم خیال اور اپنا محرم حالی اس کام کے لیے انتخاب کر لیا، خدیجہ معاملہ فہم تو بڑی تھی، جب قاصد پیغام لے چلے گا، تو خدیجہ نے اسے پاس بلایا، بٹھایا اور سمجھایا، کہ دیکھ کمین ایسا نہ ہو، کہ تو اپنی نہک حلالی جتاتے جتاتے میرا استیفاء کر دے، جو تجھ کو حق خدمت ادا کرنا ہے، تو اس سے جو کہنا حق کہنا، اس امیر الطبع کی طبیعت سے میں خوب واقف ہوں، اور اپنے درد دل سے بڑی آشنا، دیکھنا خبردار کمین تمہاری جہت حلال کی میں میرا بنا کام نہ بڑھ جائے، اور میں اپنا سامنہ نکلتی رہ جاؤں، بات کام کی صرف ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ تو صادق کے حضور میں چلا ہو، صداقت سے کام لیتا، جتنا پوچھے اتنا بتانا، کم و بیش نہ کہنا، جب یہ سب پخت و پز ہو چکی تو کہنے لگی، کہ جاتے ہی میری طرف سے عرض حال پون کرنا، کہ اسے خصوصاً خوبی، میری دولت دل تیری نگاہ کی نظر ہو چکی ہے، میرا ملک حوصلہ تیری

حیرتِ حسن نے تاخت و تاراج کر دیا ہے، میری ملکیت عقل کو تیرے ناز و کرم نے لوٹ لیا ہے اور میری سلطنتِ خرمیٰ میں توفیق کے شادیاں بجا کر داخل ہو چکا ہے، اب یہاں میرے پاس رکھا ہی کیا ہے، ایک تہنہ! بس یہی بے یہ بھی تجھ پر ہمدرد ہے، تجھ پر سو بار داری، یہ بھی آج سے تیرا، اب سب کچھ میرا ہے، تجھے مجھ پر فتح کا مل ہو، اور میری تسخیر مکمل ہو چکی ہو، تجھے اپنی فتح کی خوشی اور میری تسخیر کی شادی مبارک ہو،

خدیجہ کی آنکھیں قاصد کی راہ پر لگ رہی تھیں، کہ دیکھنے کیا جواب جانان کو لاتا ہے، اور انتظار میرے نصیب کا (زشتہ مجھے کیا منہ دکھاتا ہو، ایک ایک گھڑی انتظار کی سو سو برس ہو رہی تھی، اور ناکامی کی تلخی ابھی سے منہ کھٹا کر رہی تھی، ہر چند اُمید باندھتی اور دل کو ڈھارس دیتی، مگر انکار کا خیال بھی بدکھین اوس کے دل پہ کھٹک جاتا، تو چھاتی پہ ایک سانپ سا لوٹ جاتا، خدیجہ کو ایک سکنہ کا عالم تھا، اور ہوش و حواس باختہ تھی،

خبرِ خیرِ عشق سن نہ جنون رہا نہ پری رہی نہ تو تو رہا نہ وہ مین رہا جو یہی سو بخیری رہی تیرے خوشِ حیرتِ حسن کا انرا اس قدر سے یہاں ہوا نہ تو آئینہ مین جلا رہی نہ پری مین جلوہ گری رہی خدیجہ ادھر ٹیکسی دے قرار سی کی حد پر پہنچ چکی تھی، اودھر قسمت کھڑی سر ہانے ہنستی تھی، اتر رہی خدیجہ کو یہ علم نہ تھا، کہ جس شہ و جہان کی ملکہ اُسے بننا ہے وہ یہی تاجدار ہے، نہ اُسے یہ خبر تھی، کہ جس سیدِ السلین اول کے ہاتھوں اُسے مسلم اول بننا ہے، وہ یہی اسلام کا علم بردار ہے، نہ اُسے یہی پتہ تھا، کہ جس نبی کو اُسے عالم مین سب سے اول نبوت کا یقین لانا ہے وہ یہی نبیوں کا سردار ہے، نہ اُسے یہی علم تھا کہ جس دربار کے دل مین گھر کئے رکھنا ہے، وہ

یہی دلدار و فادار ہے، بھلا حب یہ سب کارن اُس کرتار کو کرنے تھے، تو نکاح سے انکار کمان ہوتا تھا
 مگر ساتھ ہی خدیجہ کے مقسوم میں جو خیلش دل رقم تھی، یہ بھی تو اُسے دیکھنی تھی، اس درد سے بھی تو
 اوس کا چھٹکارا محال تھا، ورنہ نکاح تو جناب باری میں ایک طے شدہ معاملہ تھا، بس رشتہ بہان تھا
 جسے آشکار ہی کرنا باقی تھا،

ادھر آپ کو جو پیغام ملا، تو آپ نے اُسے گھڑی پل سوچا اور عقل کی نگاہ سے جانچا بھالا،
 پھر پیغام بر کو مسکرا کے کہا، کہ بھائی مجھے کیا اعتراض اس میں ہو سکتا ہے، البتہ ایک فکر ضرور ہے،
 وہ یہ کہ میں ایک غریب شخص ہوں، اور خدیجہ بڑی زردار و مالدار ہے، اس غربت اور دولت کا
 جو زمین ذرا غور طلب ساما ہے، یہ چھوٹا اور کل، ستھرا اور اچل سندیس لیکر پیغامبر واپس چلا آیا،
 اور خدیجہ کو آسنایا،

اس وقت کی کیفیت کچھ عجیب تھی، پہلے تو

خبر سننے ہی قاصد سے ہوئے ہم بے خبر بالکل تیرے پیغام کو گویا کہ پیغام قضا سمجھے
 مگر جب ذرا سنبھلی، تو کہنے لگی کہ اگر مجھے زردار شوہر کی تمنا ہوتی، تو میں اتنے زردار و ناسرداروں سے
 منہ کیوں موڑتی، رہی میری دھن دولت میرے نکاح کے مانع ہو اور میرا ز میرے بیاہ کے
 غل، ایسے زر سے مجھے کیا سود، اور اس دھن سے مجھے کیا نفع، یہ تو کیا، اگر دنیا بھر کا زردار و ناسردار
 لگے تو اس کی غربت پر لٹا دوں، اور ایک عالم کا مال متاع اس کی راہ میں بچھا دوں،

ہر زلف تو گر ملک دو عالم بدھت یل علم اشد کہ سرموئے تو ویدن نہ ہم
 گر شے دست دہو مل تو اچھا شوق تاقیامت نہ شود صبح و میدن نہ ہم

شرف گربادوز و بوسے زلفش بُرد
 باد لیتزدین دہر و زیدن ندہم
 مجھے اب بھاگ ہی تو اوس کی دولت حسن سے، دنیا کے زر و مال سے کچھ سروکار نہیں، پھٹ ایسے
 دھن پر جو ایسے حسن کے دھنی شوہر سے مجھے جد رکھے، لعنت ایسے زر پر جو پیاسے پریت گنوائے
 خدیجہ پیغام برسے کھنے لگی، کہ ابھی واپس جا، ان ہی پاؤں لوٹ، اور جاکے کہہ، کہ یہ جو آپ نے میرے
 زر و مال پر حرف رکھا ہے، کہ میں بہت تو انگریزوں، یہ بات ذرا قابل غور ہے، جب میں خود ہی تیری
 دولت ہو گئی، جو خدا را اعتراض آپ کو میرے زر پہ تھا، وہ اب اپنے سے ہی پوچھئے، اور خود ہی
 اوس کا فیصلہ کیجئے، پیغام بر پھر لوٹا آیا اور آپ کو پیغام آ بتایا، گویا خدیجہ کے دل کا ایک صحیح نقشہ
 کھینچ دکھایا، آپ نے جب یہ سند لیہ سنا، تو جھٹ عقل نے اشارہ کیا، کہ یہ رفیق کی رفاقت کا
 نشان ہے۔ اور خرد نے بشارت دی، کہ یہ قدرت سے بھلائی کا ساز و سامان ہے، میں میں ایک مورچ
 محبت سی پیدا ہو گئی اور دل میں شادی کی ایک لہر اٹھی، لب پر تبسم دل کا پیغام دینے آیا
 اور وہ پیغام آپ نے پیغام پر کو یوں پہنچایا، کہ مجھے خدیجہ اور خدیجہ کا پیغام سر آنکھوں پر مقبول و منظور ہوا
 پایا کہ پیغام اور خبر خوشی کی پیغام بر لیکر ہوا کی طرح اڑا، اور آ کے جب خدیجہ کو بتایا، تو اوسکی
 آنکھوں سے مسرت کے آنسو نکل آئے اور اندر کے آندے سے سکھ کا سمندر بھر گیا، بس اب تو کیا تھا،
 سب کام کو خیر باد کہا، اور ہمہ تن تیاریوں میں مصروف ہو گئی، کہ اب اس تقریب نکاح کو ایسا
 نبھائے، کہ یہ بھی ایک یادگار رہ جائے، بڑی شان شوکت سے جلسہ کیے، اور دھوم دھام کے سلمان
 کرائے،

تعالیٰ اللہ چہ دولت دام امشب کہ آدنا گھمان دلا رم امشب

نہالِ عیشِ اندویش برآمد
ز بختِ خویش بر خورد امشب
برائِ لیلۃِ القدر سے بدستم
رسید از طالعِ میدام امشب
تو صاحبِ منتی من مستحقم
ز کوہِ حسنِ دہ حقِ دام امشب

میر کا صلہ ذاتِ پاک نے خدیجہ کو خوب دیا، منہ مانگی تو کیا اوس سے بھی کہیں بڑھ کے مراد بل گئی، اوس نے ایک آدمی کا کم کالج کے لیے ڈھونڈھا تھا، اُسے امین بل گیا، اوس نے پیانا لنگا تھا، اُسے پیمبر بل گیا، وہ تیرا دریا سے رحمت الیا سے کیا کر دکھایا، خدیجہ بڑی معاملہ نمونی بنی تھی اور نہایت وفادار رفیق، اوس نے اپنا بیک من و عین سبھی کچھ اپنے پیار سے چچی پر قربان کر دیا، اور کسی چیز کو بھی دنیا میں اوس سے عزیز نہ رکھا، آپ کو آسودہ حال بنایا تو اوس نے، آپ کی دشمنوں سے جان بچائی تو اوس نے، آپ کی نبوت پر سب سے اول ایمان لائی تو وہ، خدیجہ کالج کے بعد پندرہ برس تک زندہ رہی، نہ صرف یہ کہ آپ کو اس عرصہ میں اوس سے کسی قسم کی شکوہ شکایت پیدا نہ ہوئی، بلکہ وہ ایسے پریم پریت سے رہی اور اوس کی وفاداری اور جان نثاری کا نقش آپ کے دل پر ایسا قائم ہوا کہ نہ تو وقت ہی ہٹا سکا، نہ کسی کا رشک ہی اُسے مٹا سکا، آپ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد جب کبھی اوس سے یاد کرتے تو آہ سرد بھرتے، ایک دفعہ جو آپ نے اوس کی یاد میں ٹھنڈا سانس بھرا، تو عایشہ جو آپ کی نہایت حسین اور نوجوان بیوی تھی، کہنے لگی، کہ اسے رسول اللہ کیا خدیجہ بوڑھی نہ تھی اور اللہ نے آپ کو اوس کے بجائے بہتر عورت نہیں عطا کی، آپ نے فرمایا، نہیں، ہرگز نہیں، جب میں غریب تھا تو اوس نے مجھ سے شادی کر کے دولت مند بنایا، جب مجھے سب لوگ جھوٹا کہتے تھے، تو اوس نے مجھے سچا جانا، جب کل عرب میرے بظلمات تھا، تو اوس نے میرا ساتھ دیا، خدیجہ بڑی خوبی کی عورت تھی،

اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے شاہ کے لیے ایسی ہی ملکہ زیب تھی، خدیجہ جو جان جو کھولن اوتیوں میں شریک
 تھی، تو خون ریز یون کی مصیبتوں میں بھی برابر ساتھ تھی، اوس نے ہر دم نگاہ محبت ہی رکھی،
 اور ہمیشہ ساتھ دیا،

لوگ کہتے ہیں چاہ مشکل ہے سچ تو یہ ہے نباہ مشکل ہے

اگر اوس نے خوب نباہی،



باب دوم

ہونما رہا کے چلنے چلنے پات، جس شخص کو پیغمبری کا دعویٰ کرنا ہو، اور جس پر وحی نازل ہوئی ہو، اس کی زندگی کے حالات جو وحی اُترنے سے پہلے وقوع میں آئے ہین، خود بخود قوی شہادت اس امر کی دے رہے ہین، کہ یہ بشر عوام سے نہیں ہے، یہ کوئی عجیب و غریب انسان ہے، واقعات صریح جہلا رہے ہین کہ اس کے اقبال کے ستارہ کو کس عروج پہ جا کے چمکنے لگے اور اس کے جلال کی شمع کو کس محفل کا سنگار بننا ہو،

ایک شخص زید نامی غلام حضرت خدیجہ کے بھتیجے کے پاس رہا کرتا تھا، اس نے خدیجہ کو بطور تحفہ یہ غلام نذر کر دیا تھا، آپ کی نگاہ جو اس غلام کی غلامی پڑتی، تو غیرت انسانی کی ایک لہری دل میں جوش مارتی، طرح طرح کے وسوسے اس دل میں پیدا ہو جاتے، اور کئی قسم کے خیالات دل میں اٹھ کھڑے ہوتے، آخر آپ نے ایک دن اسے خدیجہ سے مانگ ہی لیا، اور اسے روئے بندہ پر درمی اس بندہ خدا کو بندگی کی بندے آزاد کر دیا، مگر خدا کی شان، وہ بندگی اس بندہ کو ایسی بھائی تھی کہ اس نے غلصی پا کر بھی اپنے آقا کا دروازہ نہ چھوڑا، محبت پر آپ زلف تھمتے، وفاق پر آپ فدا، اس وفاداری نے زید کی قیمت آپ کی نگاہ میں اور بھی زیادہ کر دی، چنانچہ آپ نے اپنے ہی خاندان میں ایک شمع روئے اس کی شادی بھی کر دی، غلام کو آزاد کرنا

اور اپنے برابر بنانا انسان کی زشتہ خصلتی کا ایسا کرشمہ ہے، کہ جس کی نظیر نہ اس زمانہ کی تواریخ میں کسی جگہ ملے گی، نہ آج ہی کوئی اس کی مثال نگہ پڑے گی، بھلا کون یہ برداشت کر سکتا ہے، کہ اس کا خادم اس کے برابر کا بنا کر ٹھادیا جائے، چہ جائیکہ وہ آپ اسے اپنے پایہ کا بنائے، اور پھر اپنے ہی کنبہ میں بیاد دے، کون یہ دیکھ سکتا ہے، کہ اس کا غلام جس کی زندگی کل تک اس کے تابع مرضی تھی، وہ غلام آج اس کے پہلو بہ پہلو بیٹھے، اور اس پر طرہ یہ کہ غلام بھی وہ غلام جس کی حیات و موت اس کے مالک کے ہاتھ میں ہوں، جہاں چاہا، مجھ کھٹل کی طرح کچل دیا، اور کڑے کھوڑے کی طرح پاؤں تلے روند دیا، ایسے بکس بندہ پر عرب کے اس اندسے اندھیرے میں ترحم لانا اور ترس کھانا عام انسان کی قدرت خیال سے بھی باہر ہے، اور پھر اپنے خاندان میں ہی غلام کی شادی کر کے اس بندہ نوازی کو بدرجہ برابری پہنچانا بشر کے مقدور سے دور ہے، یہ غلام پروری اسی بندہ پرور کے لیے مخصوص تھی، جس کو رسالت کی عدالت پر بیٹھنا تھا، یہ مولیٰ گسٹری وہی کر سکتا تھا، جس کو حق نے حق پہچاننے کو بھیجا تھا، کہ انسان انسان میں کوئی امتیاز نہ رکھے، اور کل خالق کی مخلوق کو ایک جانے،

طبیعت آپ کی خدا و صلح کل تھی، جہاں چار آدمیوں میں کوئی جھگڑا شروع ہوا، اور سنگ نوبت قساد کی پہنچی، آپ جھٹ آگئے، دو لون جانب کی بات سنی، فیصلہ ناشی دیدیا، اور شور و شر رفع و دفع کر دیا، ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ کہ منظم میں معبد گر گیا تھا، اور عمارت کی از سر نو تعمیر پیش تھی، ہر ایک کنبہ یہ عزت اپنے لیے چاہتا تھا، کہ وہ خود سنگ اسود اٹھا کر اس جگہ پر جا کے رکھے، بحث نہایت اس بات پر بہت ہوا، مگر نتیجہ بحر قساد کچھ نہ نکلا، آخر اون لوگوں نے یہ تجویز پیش کی

کہ یہ معاملہ توکل پر رہنے دو اور جو شخص کل صبح دم سب سے اول خانہ کعبہ کے دروازے سے گزرتے
 اُس کے فیصلہ پر چھوڑ دو، خدا کی شان سب سے اول جو شخص وہاں سے گزرا، وہ آپ کی ذات بابرکات
 تھی، چنانچہ یہ ناشی آپ پر چھوڑی گئی، آپ نے سوچ بچار کر کہا، تم سب لوگ ایسا کرو، کہ ایک
 چادر بچھا دو، اوس پر میں خود تنگ اسو رکھ دیتا ہوں، تم اپنے اپنے قبیلے سے ایک ایک آدمی انتخاب
 کر لو، جو چاروں کنارے چادر کے پکڑ لیں، اور جہاں اسے لجا کے رکھنا ہو، وہاں لٹکیں، اوس جگہ میں
 چادر سے اٹھائے اسے اوپر رکھ دوں گا، یہ فیصلہ آپ کا سب کو پسند آیا، اور سبھی کے دل کو بھا گیا، عدل
 اور انصاف کی زبرد میں تھے ہوئے فیصلہ جات اور اوس رام رنگ رنگے ہوئے کے عجیب و غریب آلات
 ایک سمجھدار کی سمجھ کو تو گر و اب نکر کے ایسے ملامت میں لے جا رہے تھے، کہ وہ ششدر و حیران ہوا
 جاتا تھا، کہ عالم کی ہوا کس رخ چل رہی ہے، اور یہ ماخدا اپنی ناوکس جانب لے جا رہا ہے،

آپ کی طبیعت میں لڑکپن ہی سے یہ عادت موجود تھی، کہ آپ آبادی سے دور کسی گوشہ تنہائی
 میں جا بیٹھتے، اور میں بچار کرتے رہتے، بالعموم غارِ امین آجکا جانا، ہوا کرتا تھا، یہ جگہ مکہ سے قریب ہی
 ہے، اور ایک سنسان صحرائ میں واقع ہے، قریباً سارا ماہ رمضان آپ خلوت میں اس غار میں
 بسر کیا کرتے تھے، اور آنکھیں بند کئے دل کے دروازے کھولے بیٹھے رہتے تھے، جون جون آپ کی
 عمر بڑھتی گئی، دل کی فکر اور طبیعت کی سوچ بھی ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی گئی، طبع طبع کے خیالات آپ کے
 دل میں اُٹھتے، کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں؟ کیا مقصد ہے میرا یہاں اور کہاں ہو میری
 منزل مقصود؟ کبھی دل میں یہ وصیان آتا کہ یہ پرندہ چرند اور انسان حیوان، یہ گل و گلزار اور اشجار
 و انہار میں کس کے؟ کوئی آخر مالک بھی تو ہو گا، پھیل کس نے ہے بنائی اور یہ رام لیلہ کس نے چائی

آخر ان کبیرہ کی موتیوں کو تو یہ معذور کمان کہ یہ بے جان بت نظام دنیا کا سنبھالین، نہ ان ریل پتھروں کی یہ طاقت کہ یہ عثمان عالم ہند میں لیں، تو پھر بے کس مانع کی یہ صنعت ساز می اور کس کی ہلک قدرت ہو یہ ظلم کاری، ان ہوا کے طبعوں میں یہ حرکت کس کے اشارہ سے ہو، اور اس جل قفل پانی میں یہ حرکت کس کے ایسا سے ہو، آخر کوئی فرما کر اس مملکت کا ہوگا، گردہ کہہ کر ہے، مجھے کیوں نظر نہیں آتا، اور میرے من کی ترشیا نہیں بھاتا، یہ بھوک دل کی دن دونی رات چوگنی ہوتی چلی گئی، اور سوچ بچار کے مشائے نہ مٹ سکی، ہر فکر کا خواص جو عقل کے سمندر میں غوطہ لگاتا تو بجائے تسلی میلوں تفکرات اور ساتھ لانا، الغرض یہ ایک ایسا سمہ تھا جو آپ سے حل نہ ہو سکا، ہر چند آپ نے سہمی کی گویہ عقدہ آپ پر کھل نہ سکا،

عالم

اور طبیعت جو اتنا دلچسپ اور آواز کر ہی تھی، جب پچھلے عالم میں کمین نگاہ ڈالتی، تو دنیا اُسے ایک ایسے راجا کی پر جاد کھائی دیتی، جسے رعیت کی خوشحالی اور خلق کی فانیغ البالی سے کچھ سروکار ہی نہیں ہوتا، کوئی ایسے بھڑے، بھڑے، کسی کی بلا سے، ریا کاری کا بازار گرم نظر آتا، اور بد کاری کی اجناس رونق پر، بچے، لڑکے کی ہر طرف پوجہ پر تبت، بھلے پُرش کی کوئی پُرش نہیں، جو ایک کو شر سے کاہے، تو دوسرے کو شرارت سے کوئی فتنہ پڑھا ہو، کوئی فساد پر آمادہ ہو، اگر کوئی گدا بھوک سے لاجپاں ایک نوالہ روٹی کے لئے جان دے رہا ہو، تو کسی نو انگ کو اوس کا درد نہیں، اور جو کوئی مکار ریاکار مفلس کا مال چھین دنیا کی دولت لوٹ اپنے انبار بھرتا چلا جا رہا ہو تو کسی حاکم کو اوس کا فکر نہیں، یہ خیالات ایسے دانگیر رہتے کہ آپ کی طبیعت جو بے قرار ہو جاتی، اور بار بار یہی جھٹ پید کرتی، کہ کون ہو فرمان مدائے عالم اور کمان جو اس مکت کا پرت پالیں، وہاں پہنچو

کام کر دھکا ہر، لوبھ موہ ہنکار کا، یہ کیا چنارچی ہر آخر اور یہ کیا کھیل ہر کرتار کا

ابن چہ شورسیت کہ دردہ رقمی نیم ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شرمی نیم

ہیچ شفقت نہ برادر بہ برادر دارد ہیچ مهر سے نہ پدر را بہ پسر می نیم

دختران را ہمہ جنگ است بدل ہمارہ پسران را ہمہ بد خواہ پد رمی نیم

مگر اب ان سب سوالات کے جوابات کا وقت بھی آگیا تھا، اب ہر ساعت من کے گیان میں
کھٹے لگی، اور ہر گھڑی معرفت کے دھیان میں گزرنے لگی، الغرض ذات سے مل گئی، اور حق کے
نور سے اندر لو ہو گئی،

دل دہی

ہوئے بحرِ عالم سے آثارِ ظلمت کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعاد

نہ چپشکی مگر چاندنی ایک مدت کہ تھا ابر میں ماہِ تبابِ رسالت

یہ چالیسویں سالِ لطفِ خدا سے

کیا چاند نے کھیت غایرِ حرا سے

ایک دن حسبِ معمول آپ خارجِ امین بیٹھے سوچ میں محو تھے، کہ ناگاہ ایک آواز غیب سے
آئی، کہ اے محمدؐ پڑھ، آپ نے جو زمین کہنا گھبرا گئے، کہ یہاں نہ آدمی نہ آدم زاد، یہ کیا ماجرا ہے،
مذقون میں یہاں آتا رہا، ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا، آپ ابھی اسی خیال میں تھے کہ دوبارہ ندا
آئی، کہ اے محمدؐ پڑھ، اس پر آپ نے کہا کہ میں کیسے پڑھوں، میں اُمّی ہوں، مجھے پڑھنا نہیں آتا
پھر آواز آئی کہ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو خالق ہے، جس نے مجھے ہوئے خون سے انسان
جیسی پر حکمت مخلوق پیدا کی، پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو بہت کرم کرنے والا ہے، جس نے

قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھلایا، جو وہ نہیں جانتا تھا،

ستارہ بدرشید دناہ مجلس شد دل رمیدہ مارانیں و مونس شد

نگارین کہ بکشت زلفت و خطہ زلفت بغرہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

نزول آیت ہونا تھا، کہ طبیعت پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی، آپ نے غار سے نکل کر نور انور کی راہ لی، اور آپ بتی اپنی جیتی بی بی کو آسانی،

اُتر کر حر اسے سوئے قوم آیا اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

خدیکہ ایک مدت سے دیکھ رہی تھی، کہ میرا شوہر شامون کی شوکت اور فرشتوں کی نضرت

رکھتا ہے، نہ اُسے کوئی انسان آپ کے پایہ کا عرب میں نظر آتا تھا، نہ اس خوبی کا بشر کہین قرب و

جوار میں ہی نگاہ پڑتا تھا، جو میں کہ اس نے غار کا واقعہ سنا، فوراً ہی بات کو یاد گئی، اور کہنے لگی

کہ مے میرے سر کے تاج، تجھے تاج سرور سی عالم مبارک ہو، یہ فی الحقیقت وحی ہے، جو تجھ پر نازل

ہوئی ہے، یہ پیغام پروردگار کا جبریل تیرے لئے لایا ہے، تو رسول خدا ہے، تو نبی اللہ ہے، اور میں

تجھ پر ایمان لاتی ہوں، سبحان اللہ وہ خدیکہ جس نے آپ پر اپنا زرو مال قربان کیا، وہ خدیکہ

جس نے آپ پر اپنا دل صدقہ کیا، وہ خدیکہ آج اپنے باپ دادا کا دین بھی نبھا ورکے جا رہی ہے،

رفیق سے رفاقت ہو تو اس طرح کی، اور دوست سے ولی صداقت ہو تو اس نوع کی، بھلا ایسے

بے نظیر بشر سے بڑھ کر کون اس لائق تھا جو مسلم اول کا منصب پائے، چنانچہ خدا نے برحق نے

حق والے کو اس کا حق دیا، اور حضرت خدیکہ کو مسلم اول کیا، کچھ تھوڑا ہی عرصہ گزرنے پایا تھا کہ

خدیکہ کا چچا زاد بھائی درتہ بھی ایمان لے آیا، آپ کا چچا زاد بھائی علیؑ اور زیدؑ رہا شدہ غلام بھی

بندی ہی مشرت باسلام ہو گئے، آپ ان ہر سہ کو لیکر ویرانے میں چلے جاتے، اور خلوت میں
رحمان نام کا سمرن کیا کرتے، کچھ وقت تو اسی طرح گزرا اور چند ایک اشخاص اور بھی ساتھ شامل
ہو گئے، مگر تین برس کے عرصہ میں صرف تیرہ نفسہ ایسے نکلے، جن کی آنکھ کھلی، اور جن کی نگاہ نور
حق پر پڑی،

لان نبوت

آحضرت معلم نے جب دیکھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اس کام کو بر ملا لایا جائے، اور
پیغام حق ٹٹکے کی چوٹ پڑنا جاوے، تو آپ نے یہ تجویز کی، کہ چالیس اشخاص کنبہ کنبہ سے اکٹھے لائے
اور ان کو دعوت کے لیے بلایا، اور اثناء گفتگو میں ان سے اپنی نبوت کا ذکر بھی کرنا چاہا، مگر
کسی نے توجہ نہ کی، نہ کسی نے رغبت ہی ظاہر کی، بلکہ بعض یہودوں نے تو اس معاملہ کو ہی
محض یہودہ جانا، اسی مصل میں علی بھی بیٹھا تھا، اس سے رہ نہ گیا، وہ بول اٹھا اور کہنے لگا
یا بنی امیہ، اگرچہ سب سے خود رسال اس جماعت میں ہیں ہی ہوں، اور مجھے یونان بن نہیں
آتا، مگر میں یہ کہنے بغیر بھی نہیں رہ سکتا، کہ میں آپ کی منزلت خوب سمجھتا ہوں، اور آپ کے
کلام کی وقعت بہت اچھی طرح پہچانتا ہوں، میں ہر طرح عیسا آپ کا ارشاد ہو گا، اس کے
مطابق آپ کی خدمت بسر و چشم کرنے کو تیار ہوں، بسب کو ایک اور میر عمر کے اُن پڑھ (عمر)
اور ایک سو لہ برس کے لڑکے (علی) کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں مگر تمام دنیا کے خیالات کے
خلاف کوشش کریں گے، ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور سب لوگ تہقہہ لگا کر منتشر ہو گئے۔
مگر ان ہنسی کرنے والوں کو یہ کمان علم تھا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے، جب ان ہنسی والوں پر
خود ایک آدھ آدمی نہیں بلکہ ایک زمانہ ہنسنے لگا،

خون جون توحید کا اعلان آنحضرت صلیم کرتے تھے، اور اپنی نبوت کا اظہار کرتے تھے،
 انتہی ہی مخالفت بڑھتی جاتی تھی، وہ لوگ خدا کا نام سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے، اور جو بتوں
 کے خلاف کوئی کلمہ سن پاتے، تو پھر تو اپنے آپ سے باہر ہو جاتے، ایک دن چند ایک سرکردوں
 نے مکر آنحضرت صلیم کے چپا سے جا کے بڑی شکایت کی، بلکہ طیش میں آ کے لعن طعن کی، بوجھ اور کپیر
 باندھ دی، بزرگ ابوطالب سے یہ لوگ کہنے لگے، کہ تیرا بولا برا زادہ اب کتھا پھرتا ہے، کہ میں
 خدا کا پیغام لایا ہوں، اور میں اس کا پیغمبر ہوں، کون ہے اس کا خدا اور کدھر کے یہ پیغام، اس کے
 دماغ میں کچھ خلل معلوم ہوتا ہے، ہمارے بتوں کے خلاف جن کی پوجا و پرستش ہم سب اور اس کے آباء
 و اجداد آج کے دن تک کرتے چلے آئے ہیں یہ زبان کھولتا ہے، اور ان موریتوں کو یہ بوجھ بھلا
 کہتا ہے، ہم بھلا یہ کب گوارا کر سکتے ہیں، ہم تو صرف تمہاری خاطر اب تک چپ رہے ہیں، جو ہم کو تمہارا
 پاس خاطر نہ ہوتا، تو ہم نے کبھی کا اسے ٹھنڈا کر دیا ہوتا، اور ایسا سبق سکھایا ہوتا، کہ آئندہ کسی نے
 ایسی زبان درازی کی جرأت نہ ہوتی، اب اس کے بعد ہم کو کوئی تمہارا ہی خیال ہوگا، نہ اس کی
 ہی پردہ، جو تم اس کو ان حرکات سے روک سکتے ہو، تو روک لو، یہ وقت ہے، ورنہ ہم اس کا سر
 قلم کر دیں گے، جو تم اس کا اور اپنا بھلا چاہتے ہو، تو اس کے منہ کو بند کرو، اور اس کی زبان کو
 لٹکا دو۔

بزرگ نے آپ کو بہت کچھ کہا، اور سمجھایا سمجھایا، کہ بٹیا آخر تیرہ تو کس ہیں تمہاری جماعت کے
 اور ان کے حوصلہ پر تم نے تمام خلقت سے مخالفت پر مکر باندھ لی ہے، اس پوچھی پر دعویٰ، اور
 اس بے سرو سامانی پر اتنا بیڑا اٹھانا، یہ خیال غامض ہے اسے دور کرو، اور اس خط کو سر سے نکال دو۔

اپنی جان کی سلامتی مانگو، اور مجھے بھی دودن آرام سے کاشٹے دو، میں تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہے،
 اور عرب والوں کے خصائل سے زیادہ واقف ہوں، یہ بات اگر بڑھ گئی، تو میری تمھاری ہر دو کی
 خیر نہیں، عرب کے لوگ ہمیں جیتا جی نہیں چھوڑیں گے، مٹا تم کو واسطہ ہو اسی خدا کا، جس پر تم کو
 اتنا بھروسہ ہو، کہ اپنی جان کی خیر منادو، اور ان لوگوں سے جھگڑا نہ پیدا کرو، آنحضرت صلیم نے جب چچا
 کی کیفیت سنی، اور اُدھر لوگوں کی وہ مخالفت دیکھی، تو چاہے تو یہ تھا کہ آپ کا ارادہ سست ہو جاتا،
 اور حوصلہ ہست، مگر عرب کا ہونا تاجدار دین اسلام کا علم بردار یہ باتیں سنکر ایسے جوش میں آیا
 کہ آنکھیں آنسوؤں سے ڈب ڈبائیں، اور بزرگ سے مخاطب ہو کر یوں کہنے لگا، کہ اے میرے قبلہ، آپ نے
 مجھے بالاپوسا اور میری پرورش کی، ہر طرح سے نگہبانی اور نگرانی کی، اور آج کے دن تک مجھے سب قسم
 کی مدد و امداد دی، اسلئے ہر بات میں آپ کی رضامندی میرے لیے سعادت مندی ہو، اور آپ کی
 خوشنودی میں میری بہتری و بہبودی، مگر اسے بزرگوار۔ میں دین کے عوض دنیا کا خریدار بننا نہیں
 چاہتا، اور اسلام ترک کر کے اپنی جان بچانا نہیں چاہتا، اگر آسمان سے آفتاب اور مہتاب اتر کر میرے
 دائیں اور بائیں آجائیں، جب بھی میں باز نہیں آسکتا، آپ مجھے چھوڑ جائیں، یہ تیرہ کس بھی مجھ سے منھوڑ
 جائیں، خلق خدا مجھ سے تعلق نہ رکھے، مگر میں اپنے خدا سے تعلق نہیں چھوڑوں گا، چاہے مجھے بھوک پیاس کا
 مقابلہ کرنا پڑے، دنیا کی تمام ذلت و اذیت اٹھانی پڑے، ہر دکھ اور درد سے واسطہ پڑے، مگر میں حق سے
 نہیں پھروں گا، مجھے موت کے منہ میں بھی اگر جانا پڑ جائے، تو بخوشی خود جاؤں گا، مگر اپنے خدائے
 برحق کے حکم سے منہ نہیں موڑوں گا، مجھے اوس حاکم کا حکم ہو کہ میں توحید پسلاؤں اور خلقت کو بتوں
 کے غم سے چھڑاؤں، اوس کے پیغام کا اعلان مجھ پر عین فرض ہو، کیونکہ میں اوس کا پیغام بردہوں،

جب تک میرے دم میں دم ہے، حق کی یاد میرے دل میں رہے گی، اور اوس کا نام میری زبان پر
 کوئی بشر اسے جٹا نہیں سکتا ہے، اور کوئی انسان اسے ٹٹا نہیں سکتا، اس بارے میں آپ کی مباحثہ
 لا حاصل ہے، اور تمام سچی بے سود ہے، میرا اور آپ کا اصولاً اختلاف ہے، اور یہ اتفاق ہو ہی نہیں سکتا،
 بتوں کی پوجا آپ کا ایمان ہے، اور رام کا نام آپ کے لئے کفر، مجھے یہ کفر آپ کے ایمان سے افضل ہے،
 اور سداً افضل رہیگا،

مَنْ لَذَتْ دُرُودُ تَوْبَرِ بَرِّانِ نَفَرِ دُشْمَنِ کُفْرِ سِرِّ زَلْفِ تَوْبَا بِيَانِ نَفَرِ دُشْمَنِ
 صَدِّجَانِ بَسْتَانِمْ کَمِ دُودِ دَامَنْتِ اَنْدُوتِ دُشْوَارِ بَدَسْتِ اَمْدِ اَسَانِ نَفَرِ دُشْمَنِ
 دُرُودِ نَفَرِ خِيَالِ گِلِ رُوسِے تَو خَلِيدِ خَارِے کَمِ بَصَدِ گِلَشَنِ رُضْوَانِ نَفَرِ دُشْمَنِ
 کَامِ دُجْهَانِ دُرُوضِ غَمِ نَفَرِ سَتَانِمْ اَيْنِ حُضْرِ گَرَامِیِ کِسِ اَرْزَانِ نَفَرِ دُشْمَنِ
 بزرگ نے جب یہ سنا، تو پانی پانی ہو گیا، بے ساختہ کہنے لگا، کہ بیٹا، میں نے آٹھ سال کی عمر سے تجھے پلا بڑا
 اب تو چالیس بائیس کا ہے، اب تک ہماری اچھی نہہ گئی، اب میرا تھوڑا وقت باقی ہے، یہ بھی جو تیرا
 کر کے گذر جائیگا، بیشک ہماری رائے ایک دوسرے سے جدا ہے، اگر ہم خود ایک دوسرے سے جدا نہیں
 ہو سکتے، اور نہیں ہونگے، تجھے جو بھلا معلوم ہوتا ہے، کر، اور جو تیرے خدائے کہا ہے، کہہ، میں تیرے ساتھ ہوں
 اور ساتھ رہوں گا، جو تیرا دشمن ہوگا، وہ میرا کمان بن ہو سکتا ہے،

مشرکان کہ جب اس چال میں کامیاب نہ ہوئے، تو انھوں نے سوچا، کہ یہ وار تو ہمارا خالی گلا
 اب کوئی اور دُورِ اُچلاؤ میں اور نیا بیچ لڑاؤ میں، صلاح مشورہ کرتے رہے، آخر تجویرِ پٹھری، کہ زر کے
 روزے اسے قابو میں کیا جائے، رشوت کا دام پھیلایا جائے، اور حیلِ محبت سے اس میں پھنسایا جائے،

ایک شخص کو تعینات کیا گیا، جو آپ کے پاس جائے اور آپ کو سمجھائے اور یہ کہے کہ تم کعبہ کے بتون اصرار سے مہرودوں کے خلاف لایعنی کلات استعمال نہ کیا کرو، اور نہ خدا پرستی کا چرچا کیا کرو، جو تم میں بات کو مان جاؤ، تو ہم اس کے عوض میں جو منصب تم چاہتے ہو، تعین ادس پر سرسراز کر دیں گے، اور جو تعین دھن رکی تمنا ہو، تو بتون کے صدقہ ہم تم کو ادس سے بھی مالالال کر دیں گے، مگر تم کو چاہیے کہ تم یہ زبان درازی بند کرو، اور سہرقت یہ خدا خدا نہ کیا کرو، قاصد پیغام لیکر آیا، اور آنحضرت صلیم کو سب معاملہ کہہ سنایا، آپ نے کہا کہ میرا خدا خدا ہی، کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں، اور اسکا پیغام لایا ہوں مجھ پر لازم ہی کہ میں تم کو اللہ کی عبادت کا راستہ بتاؤں، تم سے رام نام چاؤں اور مندر کی مورتیوں کی پوجن چھوڑاؤں، نہ تمہارے مال کا طمع مجھے اس کام سے ہٹا سکتا ہی، نہ تمہارے منصب کا لالچ میرے دل سے بیخیال ہٹا سکتا ہی، ماسے بھولے بھٹکے لوگو، کیا تم نے مجھے اتنا محبت کا بیٹھا اور حوصلہ کا پست جان کھاؤ؟ جب تک دم میں دم ہی، اللہ کے نام کا ڈھنگا بجاؤں گا، اور توحید کا پرچار کروں گا، قاصد یہ جواب لیکر اپنا سامنا بند لیکر واپس ہوا یا، اور اس کے سب حال احوال انھیں سنایا، کہ بھائی، وہ محمد تو تمہاری ایک تعین مانتا، لات مارتا ہی تمہاری دولت پر اور لعنت بھیجتا ہی تمہاری منزلت پر، کوئی دولت خدا الٰہی اُسے ایسی دے تھ گئی ہی، کہ نہ اُسے پر دہا ہی تمہاری جاہ کی، نہ اُسے فکر ہی تمہاری شہمت کی، اب جو تم سے بن سکتا ہی بناؤ، وہ خدا کو انھیں چھوڑنے کا، چاہے تم ادس سے اور ساری دنیا چھوڑالو،

یہ واقعہ سنکر لوگ بڑے طیش میں آئے، اور غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے، ایک دن انھوں نے مجلس مقرر کی، اور قبیلہ قبیلہ کے منتخب آدمی ادس روٹا کٹے ہوئے، کہ فکر کوئی تجویز ایسی بنائی جائے، کہ آپ کا فیصلہ کرویا جائے، سب اپنی اپنی تجویزین پیش کرتے تھے تو بیاباب ہی اس بات پر متفق نہ ہوتے،

کہ شخص بڑا قادر الکلام ہے، اور اس کی بات میں بڑا اثر ہے، بس بات کرتا ہے، اور آدمی کو موہ لیتا ہے، سوال
 اس ڈھب پر لگتا ہے کہ انسان لاجواب ہو جاتا ہے، ادھر ساتھ ہی جوان بھی ایسا خبر دے کہ آدمی اسے
 دیکھ کر گرویدہ ہو جاتا ہے، مگر اس کے سر پر کوئی جن بھوت سوار ہے اور یہ اس مرض سے لاجا رہی، کوئی
 کامن یا مندرسی بلاؤ اور اسکا علاج کراؤ، اس کے دماغ میں ضرور خلل ہے، کیونکہ بت ہمارے پوچھنے پر
 اور یہ بتوں کی تندیا کرتا ہے، اور ہر وقت خدا خدا کرتا رہتا ہے، اسی نوع اور ڈھنگ کی تدبیریں پیش ہوتی
 رہیں اور ہر ایک اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنی جہالت و حماقت کا نمونہ دکھاتا رہا، آخر ایک شخص جو مقابلہ
 ذرا عقل کا زیادہ دھنی تھا، رہ نہ سکا، اور جھنجھلا کے کہنے لگا کہ ہمارا کسی اس طرح اس شخص سے جھگڑا
 نہیں ہو گا، جب تک یہ زندہ ہے، ہمیں زندہ درگور کیے رکھے گا، جو میری سنو، تو کوئی حیلہ حجت سامنے
 رکھو، اور اس کا قلع قمع کر دو، یہ درد سر دور ہو جائے اور روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے، تم کیا لمبی لمبی
 تجویزین روز گڑھوتے رہتے ہو، اور یہ بہار داستان کھول دیا کرتے ہو، بھلا تمھاری ان باتوں سے
 اُس کو باز آ جانا ہے، وہ بڑا جادو گر ہے، تم نے اُسے سمجھ ہی کیا رکھا ہے، اس دور اندیشی کی سب نے داد دی
 اور وہ واہ وا کی اور کیزبان ہو کر کہا کہ بھائی اس نے بھلی کہی،

برین عقل و دانش بیا دگرست

سب نے اس رائے کو پسند کیا اور ارادہ پختہ کر لیا، پھر تو کیا تھا، آخر حکمت نامشاہستہ پر مکر باندھی، بڑھتے
 بڑھتے نوبت باغیچہ رسید کہ جہان سے آنحضرت معلوم کورات کو گذرنا ہوتا، وہاں یہ بدکردار جا کر راستہ میں
 کانٹے اور خار و درجھاڑیاں بچھا آتے، جہان کہیں آپ کو غلط کے لیے جانا ہوتا، یہ پہلے ہی پہنچ جاتے اور
 لوگوں کو بہکاتے، اور استقدر شوہر و شر چاتے، کہ حاضرین کچھ سن نہ سکتے، اور رنگ ہو کے واپس چل جاتے،

اور جہان کین بر سر راہ آنحضرت صلعم کو یہ بد باطن مل جاتے تو اس طرح چھوڑ دیتے یہ آپ پر چلاتے کہ
 انھوں نے انگوٹھ سے خون بہا دیتے، اور تو درکنار اپنا چچا حقیقی بھی جان کا دشمن اور لہو کا پیا سا بھویا، اور
 چچی بد کی حرکات بد تو حد سے گزر گئیں، کوئی اذیت نہ تھی جو اس نے نہ پہنچائی ہو، اور کوئی مصیبت نہ تھی جو
 اس نے سامنے نہ لاد رکھی ہو، نام نہاد انسان تھی، مگر کرتوت کی شیطان تھی، جب خلیفہوں کا یہ حال
 ہو گیا ہو تو غیر دن سے کوئی کیا گلہ کرے، عوام کی تو کچھ پوچھو ہی نہ، ایسی ہوا چلی، کہ جہان کین کسی نے آپ کو
 اکیلے دو کیلا پایا، پکڑا کھینچا اور خوب مارا گھسیٹا، ایک دن ابو بکر اگر آ کر آنحضرت صلعم کو ان قصا بون کے
 پنجے سے نہ چھوڑتے، تو انھوں نے کھینچ کھینچ کر اور زمین پر گھسیٹ گھسیٹ کر جان ہی سے مار ڈالا ہوتا، آپ کی
 جان بخشی تو ابو بکر نے خدا خدا کر کے کرائی، مگر اون کی اپنی جان ایسی ظالموں کے پنجہ میں آگئی، کہ بڑی مشکل
 سے انھوں نے رہائی پائی، آپ کی جماعت میں ایک جان نثار نام عازم ایک دن ان بدظنیتوں نے
 بلکڑا سے اور اس کے لٹکے کو پکڑ لیا، اور زمین پر گرم ریت بچھا کے ان دونوں کو اوپر لٹا دیا، اور پتھر کی
 سلیمین ان کی چھاتی پر رکھ دیں اور ان سے یہ مطالبہ کیا گیا، کہ تم محمدؐ کو قتل کا لیاں دو، ورنہ تم ہمیں پڑے
 پڑے مرنے دو گے، اور یہ بوجھ تم سے نہیں ہٹایا جاوے گا، عمار کی بیوی نے جو شوہر اور سپر برد کو اجل کے
 منہ میں شکار ہوتے ہوئے دیکھا، تو چلا اٹھی، زار زار رونے لگی، اور ان ظالموں کو بدو ہا دینے لگی،
 اس تعصیر سے اس کو بھی پکڑ لیا، اس کے کپڑے پیر پھاڑ کے پھینک دیے، اُسے تن برہنہ کر دیا، اور پھر
 کیا کچھ اس کے ساتھ نہ کیا، وہ مینا ہ بیچارہ، بے تعصیر مصیبت کی ماری محمد صلعم کے دین پر واری بین
 جان بحق ہو گئی،

عشق است کہ بر خاک منزلت غلامد

عشق است کہ بر آتش سوزان بد نشاند

کس بہرے کے سرزد بد جان نگہ اند
عشق است کہ این کار بعد صدق کناند

جب دیکھ کے دن طول پر طول پڑتے گئے، اور رد کی راتوں کا خاتمہ دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں،
تو رسول اللہ صلیم نے اپنی مٹھی بھر جاعت اسلام کو اکٹھا کیا اور یہ مشورہ دیا کہ تم یہاں سے ہجرت کر جاؤ، آپ نے
اون سے مخاطب ہو کے یوں کہا، کہ اے دین الہی کے نگہبانو! اور شجر اسلام کے باغبانو! تمہارا اب یہاں
ٹھہرنا مناسب ہو، مشترکان مکہ کی تعدی اب حد سے بڑھ گئی ہو، اور سرسبز مسلم کی جان عذاب میں پھنس گئی ہو،
تم اب یہاں ٹھہر کر ان کا شکار نہ بنو، بہتر ہے کہ تم صوبہ عیال و اطفال ان دشت لوگوں کی مہمانگی
سے کنارہ اختیار کر لو، میرے نزدیک یہ اچھا ہے، کہ نجاشی یا دشنام جتنے کی بادشاہی میں جا پناہ لو، کچھ خدا ترین
سنا جاتا ہے، میری طبیعت کو بڑا قلق ہو کہ مجھے تم سے علیحدگی اختیار کرنی پڑے گی، اور تم کو مجھ سے، مگر اے
مسلمانو! تم کو علم رہے کہ ایک عالم کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں، در ایک دنیا کی نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں،
اسلئے جو تم خلق خدا کا بھلا چاہتے ہو، اور روز قیامت کو اپنی سرخرو دی، تو یہاں سے نکلنے کی فکر کرو، تاکہ
تو تمہارا اسلام مکہ کی مشرک ہو جائے، اور ان اندھیوں سے محفوظ رہ کر نشوونما پا جائے، اے
مومنو! مکرہت باندھو، اور چلنے کی تدبیر کرو مولا بھلا کر لگا، مسلمان بیچارے اسلام کے پیارے، حکم نبی کا
مستفاد تھا کہ تیار ہو گئے، ان غریبوں نے مسکن و مکان چھوڑے، گھر بار چھوڑا، باپ و مادر کا وطن چھوڑا
مگر رسول اللہ صلیم کے حکم سے منہ نہ موڑا، حیرت کا مقام ہو، کہ آپ کی امت کے اس وقت اتنی بھی حیرت
یہی ہوں، اور پچیس سے زیادہ بھی نہ ہوں، اور ہوں بھی پھر اس قدر جان نثار کہ پل بھر میں بھی کچھ چھوڑنے
کو ہوں تیار، آفرین ہاں ایسے دلدادوں پر اور صد آفرین ایسے دلدار پر، ان بیچاروں نے حضور اہست
نزدادہ ساتھ لے لیا، اور بال بچہ کو ہمراہ لے، اللہ کی آسن اور رسول کے آسمے پر چلن پڑھے،

کہ شاید ہمیں وہاں کوئی ٹھنڈا احساس لینا ملے، اور وہاں زندگی کے کفاروں کے ظلم سے بچ جائیں، اس
 امید پر افسانہ خیزان راستہ کی بحالیافت اٹھاتے سفر کے دھکے چھیلنے شاہِ جہش کی سلطنت میں آخر آ رہی تھیں۔
 ان بد نصیبوں کے نجات ان سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے، وہ ان سے قبل ہی آنسو دار ہوئے،
 مشرکان کہ بھلا کمان برداشت کر سکتے تھے، کہ مسلم کوئی گھڑی سکھ کی گذرین، ادن کا آرام ہی تو ان کو
 درد تھا، مسلمانوں کے شہر میں وارد ہونے کے ساتھ ہی وہ بھی آپہنچ گئے، یہ لوگ بہت سے تحفہ کما لے
 ساتھ لائے، اور امیرون کیسروں کو نذرین پیش کیں، اور ادن کو رشوت دیکر خوب پہلے ہی سے کاٹھ لیا،
 جب یہ انتظام انھوں نے کر لیا، تو گفائیہ گھنے پھر بادشاہِ جہش کے روبرو اپنی حاضری دیکر عرضی پیش
 کی، کہ یہ مسلمان ہمارے غلام ہیں، اور نگہ سے بھاگ کے آئے ہیں اسلئے ان کی گرفتاری کا حق ہمیں حاصل
 ہیں مٹا ہ کے دربار سے مدد ملے تاکہ ہم ان کو واپس گھر لیجائیں، ساتھ ہی یہ بھی عہدِ انتہ کی
 کہ ان لوگوں نے اپنا ایک نیا مذہب کھڑا کر لیا ہے، اور خانہ کعبہ کے معبودوں کے خلاف یہ غوام کو برا بھلا
 کرتے رہتے ہیں، اور ادن کی نشان کے خلاف منہ سے بہتان بولتے رہتے ہیں۔ نہ کوئی ان کا دھرم ہے، نہ
 ایمان ہے، فخر شہر اس سے ہر وقت ان کو کام ہے، بادشاہ یہ ہاتھ نہ کر کے لگا، کہ خواہ کچھ بھی اذکار مذہبی
 اعتقاد ہو، جب وہ وہاں سے بھاگ کر آئے ہیں، اور میرے ملک میں پناہ کے لیے آئے ہیں، تو میں
 ادن کو تمھارے حوالہ کس طرح کر دوں، جب تک کہ ادن کے خلاف کوئی جرم عائد نہ ہو، ضرور
 ان لوگوں پر وہاں کوئی نہ کوئی سختی یا زیادتی ہوئی ہوگی، ورنہ اپنا گھربار چھوڑ کر دیں سے پردیس کو
 آنا ہی، ایک تو یہ آئے مظلوم ہیں، اب تم چاہتے ہو کہ میں ان پر اور ظلم کروں، کہ ادن کو یہاں سے
 نکال دوں، اور تمھارے حوالہ کر دوں، میں یہ نہیں کرنے کا، مگر میں ادن کو اپنے سامنے بلانے ہوں،

الغائب

اور اون کا جواب دعویٰ نے لیتا ہوں، کیون تو وہ کہتے کیا ہیں، اون کا عذر بھی تو مسنون، مسلمانوں کو جب حکم طلبی کا بلا، تو بچا پرے بڑے گھبرائے اور کہنے لگے، کہ یا خدا، اب اور کیا آفت ہم پر نازل ہونے لگی ہے، اگر ہم بیان سے بھی نکالے گئے، تو پھر جائینگے کہاں، یا اللہ کوئی جگہ آخر تیری خدائی میں ہو گئی ہمارے لیے، ہم دبدبہ خاک چھاتے پھرتے ہیں، اور ٹھکانا نہیں ملتا، یا اللہ ہم ضرور گنہگار ہیں، اگر اس وقت تو ہمارا گناہ یہی ہو کہ ہم تیرے نام پر جان نثار ہیں، تو اپنے نام کی لاج رکھ اور ہمیں پناہ دے، یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بال بچے اور ہماری یہ بے سروسامانی دیکھ، ہم وطن سے بے وطن ہوئے اور اب نہ اوہر کے رہے اور نہ اُدھر کے ہوئے،

مگر قہر و قیش، برجان و درویش، غریب کر ہی کیا سکتے تھے، اٹھ کھڑے ہوئے اور جانشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے، جب دونوں فریق آمنے سامنے دربار میں لا کر پیش کئے گئے، تو کفار مکہ تو یہ سم درواج کے مطابق بادشاہ کے سامنے سجدہ کر کے بڑے ادب اور قریبہ سے ایک طرف کھڑے ہو گئے، لیکن جب مسلمانوں کی باری آئی تو اونھوں نے سلام تو کیا مگر سجدہ کو سر نہ جھکائے، یہ بات نہ برون کیر و ن نے اخذ کر لی، اور اس معاملہ کو خوب رنگ آمیزی سے بڑھایا، حاشیہ پر حاشیہ چڑھایا، کہنے لگے کہ تم لوگ تو فی الواقع بڑے شوخ خشم معلوم ہوتے ہو، جب تم بادشاہ کے رو برو میں بیٹیا کی اور گستاخی سے پیش آئے ہو، جب تم میں اتنی شوخی و شرارت موجود ہو کہ شاہ جہاں پناہ کو تم نے سجدہ نہیں کیا، جس سے تم پناہ چاہتے ہو، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کہ تم نے کمر والوں کا قافیہ بھی تنگ کر رکھا ہو، تم پہلے اس نامعقول حرکت و شیطنت کا جواب دو، اس طرح کی باتیں بنا کر بادشاہ کو بھڑکانے کی کوشش دیا رہیوں نے کی، مگر اون کی کچھ پیش چلی، شاہ نے کہا، کہ اسے مسلمانو! تم بتاؤ

تھار کیا جواب ہی، مسلم گروہ کا سرگروہ جعفر (حضرت علیؑ کا بھائی) تھا، وہ جواب کو آگے بڑھا، اور کہنے لگا، کہ اسے بادشاہ سلامت، امیرون نے جو سجدہ کا اعتراض ہم پر کیا ہی، یہ درست نہیں، گستاخی ہمارے نزدیک نہیں آئی، اور بے ادبی ہم نے سیکھی نہیں ہی، مگر ہمارا مذہب ہم کو یہ تعلیم دیتا ہی، کہ سجدہ صرف خدا کو کرو، سوائے خدا کے کوئی بندہ سزاوار سجدہ نہیں ہی، ہم کو یہ فرمان رسول اللہ صلیعہ علیہ وسلم کا ہے، اور ہم اس کے خلاف نہیں چل سکتے، یہ گنگو سنکر نچا ششی بادشاہ جو کہ خود عیسائی تھا، کہنے لگا، مسلمانو، تمہارا رسول خدا کون ہی، جس کا تم حوالہ دے رہے ہو، وہ کون شخص ہی، جس نے تم کو یہ تعلیم دی ہے، اور تم یہ بھی جھبے بتاؤ، کہ تم مکہ سے بھاگ کر یہاں کیوں آئے، اور کیا واقعی تم ان لوگوں کے غلام ہو؟ یہ فرمان سن کر جعفر پھر آگے بڑھا، اور یوں عرض کی،

اے بادشاہ سلامت، ہم لوگ مسلمان کہلاتے ہیں، ہم امت نبی اللہ کی ہیں، جس کا نام محمد ہے، اور جو رسول خدا ہی، اوس نے ہم پر بڑے کرم فرمائے ہیں، آگے ہم مردار کھایا کرتے تھے، پتھر کے بت پرست تھے، لیکن کون کے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، ہر وقت ہمیں جھوٹ سے کام تھا، اور فریب سے غرض، خداے ایزد نے ہمارے لیے اب ابراہیم بھیجا جس نے رحمت کی برکھ برمائی، رہے اوس سے محمدؐ، آبی نہ خاکی ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

اب ہمارا ایمان خداے واحد پر ہی، بت پرستی کو ہم کفر سمجھتے ہیں، عورت ذات کی عزت کرتے ہیں، دنگہ فساد سے گریز کرتے ہیں، یتیموں کے مال سے سخت پرہیز کرتے ہیں، اور نام مولا مغسولوں کو رکوز دیتے ہیں، یہ تمام اللہ کی برکت ہم کو رسول اللہ صلیعہ علیہ وسلم کے فضل سے نصیب ہوئی ہے، اے حاکم وقت! یہ ہی ہمارا جرم، جس کی پالاش میں ہم مکہ سے نکلے اور یہی ہی ہمارا ہی تقصیر جس کے لیے

ہم کو یہاں سے نکلوانے کی تجویز اب ہو رہی ہے، اسے اس ملک کے والی، ہم دس سے پندرہ آئے،
 وطن سے جلا وطن ہوئے، کہ کمین ان سے ہمارا پلا پاک ہو، مگر ہماری شومی بخت، یہ یہاں بھی آنکھ
 بین، اور ہم کو یہاں سے بھی نکلوانے کے درپے ہیں، نہ تو یہ ہم کو مکہ ٹھہرنے دیتے ہیں، نہ یہاں ہی قہم
 رکھنے دیتے ہیں، آخر یہ کیا چاہتے ہیں، کہ ہم کیا کریں، جو یہ عین ہم پر چھوڑ دیں، نہ تو ہم ان کے غلام
 ہیں نہ کسی اور انسان کے، ہم بندہ بن اندھ کے، اور چاکر بن رسول اللہ صلیم کے، ان کا تمام دعویٰ
 جھوٹ ہے، اور ہم کو جھوٹ بونا منع ہے، ہم نے اپنا مال متاع چھوڑا، آباد اجداد کا مسکن چھوڑا، اپنی
 بدبختی نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، اسے جس کے بادشاہ ہم نے سنا ہے، کہ تو عادل شاہ ہے، اور عاجزون
 کی پناہ ہے، اتنی خدا کی خدائی پڑی ہے، دے اس میں کمین گز بھر جگہ عین ہی، کہ ہم دور سے آئے ہیں،
 اور امید لیکر آئے ہیں، ہم بھی کیا یاد رکھیں گے،

مسلمانوں کے غم کی داستان اور ان کا تذکرہ اسلام سنکر بادشاہ کا
 دل بھرا یا اور کہنے لگا "مسلمانو۔ تم پورے دوسرے رسول پر مرجبا میں گواہی دیتا ہوں کہ
 محمد وہی رسول ہے جس کی تعریف میں نے انجیل میں پڑھی ہے، اور عیسیٰ ابن مریم نے جس کی بشارت
 انجیل میں دی ہے، اگر انتظام مملکت و امنگیر نہ ہوتا، تو میں تم لوگوں کے ساتھ چکر اوس رسول برحق
 کی جوتیان اٹھاتا، ساتھ ہی شاہ نے یہ بھی کہا، کہ یہ اُسی نور کی شعائیں ہیں، جس کا جلوہ موسیٰ پر ہوا تھا
 دراصل شاہ دل میں مسلمان تو ابھی سے ہو گیا، مگر اوس نے مصلحت یہ سمجھی، کہ اسکا اعلان ابھی نہ کیا
 جائے، اُدھر مشرکان کہہ کی سفارت کو حکم دیا، کہ میں ہرگز یہ اشخاص تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا، ان کو
 عام اجازت ہے کہ یہ میرے ملک میں جس جگہ چاہیں آباد ہوں، یہ سنکر سیران کہ اپنا ساتھ لیکر اس گھر چلا گئے

محبت بڑی ہلا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے ان ظالموں کے چہرے میں رہنا پسند کیا، مگر آپ سے یہ برداشت نہ ہو سکا، کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے آئے دن مسلمانوں کو ریت گرم پرٹا یا جائے، اونکی چھاتی پر پتھر اور سلیں رکھی جائیں اور اون کو کوڑے لگائے جائیں، اب مسلمان جتن کو ہجرت کر گئے، اور آپ چھپے اکیلے رہ گئے، کفار نے اس موقع کو غنیمت جانا، اور دل کھول کر حسرت نکالی، مار پیٹ کھینچ، گھسیٹ، گالی گلوچ الغرض کسی بدکردنی سے بھی بدوں نے دریغ نہ کیا، اور آپ کا ایسا ناک میں دم کیا کہ کھانا کھانے سے بھی عاری کر دیا، جہاں دیکھا کہ آپ نے کھانے کو کچھ رکھا ہے، کوڑا کرکٹ، بلا بتر جو با تھ چڑھا، اٹھایا اور اوپر دے مارا، الغرض ان دکھڑوں کی کوئی حد نہ رہی، اور زندگی و بال ہو گئی، مگر کیا ہمت کسی عرب کو ہوگی، جو عرب کے اوس تاجدار کو تھی، اور کیا حوصلہ کسی مشرک کو ہوگا، جو اوس امت کے سردار کو تھا، جلد جگہ کو چہ بہ کو چہ ٹوٹنے کی چوٹ تن تنہا تبلیغ حق کرتا پھرتا تھا، نہ وہ خائف کسی بشر سے تھا، نہ اسے خطرہ کسی انسان کا، جب پریم کے پریم سے سرور ہوا، بلند آواز سے افتد اکبر اللہ اکبر کا نوہ بلند کرتا تھا، تو مشرکان کہہ کے دل چھاتی میں دہل جاتے تھے،

ادھر یہ لوگ بھی اپنی کارستانیوں میں برابر مصروف تھے، بلکہ پہلے سے بھی کئی گونہ بڑھکر، ایک دن ایک جلسہ میں اکٹھے ہوئے، اور کہنے لگے، کہ لعنت ہی ہماری ریسیت پر اور صد لعنت ہماری غیبت پر جہاں ہم تمام سے ایک کچھ فہم آدمی سیدھانہ ہو سکا، جہاں ہم سب سے ایک محمد سابق نہ سیکھ سکا، وہاں ہمارا جینا موت سے بدتر ہے، کیا ایک آدمی بھی ہم میں ایسا نہیں جو ہمارے معبودوں کو اس جادوگر کے چہرے سے بچائے، کیا کوئی پتلا جوان بھی ایسا نہیں رہا ہے جو اس کے مقابلہ کو سامنے آئے، کیا کوئی جانا باز عرب ایسا نہیں ہے جو قوم کی خاطر اپنا خون بہائے، یہ جوشیلی توہرین جو لوگوں نے

سین، تو اون بے غیرتوں کی غیرت نے جوش مارا، نتیجہ یہ کہ اون لوگوں نے ایک بے گناہ کے قتل کا ارادہ ٹھان لیا، ابو جہل نامی ایک اہل اس مجلس میں شریک تھا، کہنے لگا کہ میں ایک صد اونٹ اور ایک ہزار سکہ چاندی اوس شخص کو انعام میں دوں گا، جو اوس گھمٹا سرکاٹ کر لاپیش کرے گا، اس پر ایک شخص نوحہ باسم گرامی عمر شجاعت کے جوش سے پر اور دلاوری کے نشہ میں چڑھنا ٹپک کر اٹھا اور لکڑا کہ اسے کہہ دو لو جس میں اب تمہارے روبرو منہ تپکھاؤ گا جو محمد کا سرکاٹ کر لاؤں گا، اب یا وہ نہیں یا میں نہیں،

یہ بات سنکر وہ بے شعور لوگ بڑے خوش و خرم ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب محمد سے ہماری غلصہ ہوئی، عمر طرہ اسورہ جوان ہے، محمد اوس کے روبرو کیا جان ہے، قتل کے یہ ایک وار سے اوس کے دلوں کو آگے لگا، اور اپنا اور اپنی قوم کا نام قائم کر جائیگا، جاہل ابو جہل اپنے زر کے زعم میں اور عمر اپنی نوعمری کے نشہ میں دونوں مرد میدان بنکر اس کام کو نکلے، قول و قرار تو بھری مجلس میں ہی ہو چکا تھا، اور آنحضرت صلعم کے سر کی قیمت ایک صد اونٹ اور ہزار سکہ مقرر ہو چکی تھی، اور شہرہ شجاعت علیحدہ، مگر مزید بخت و پز کے لئے ہر دو شیرتوں کے سامنے حاضر ہوئے، وہاں اونھوں نے قسم کھائی، سجدہ کیا، اور اپنی شیطنت و شرارت کو اس طرح مزید پکا کیا، عمر نے حرم سے نکلتے ہی تلوار نیام سے کھینچی، اور شیر لاف کیے نبی اللہ کے خون کی پیاس میں تشہ لب آپ کے گھر کی طرف دوڑا،

بحرم عشق تو مارا کشند و غوغا یست تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تما شا کن

اتفاقاً عمر کو راستہ میں ایک دوست ملا، اور اوس سے پرساں حال ہوا، کہ بھائی یہ کیا جواں بخت کر رہے گا

تو چلا کہاں ہو، سچ بتایہ کس کی جان پہ آنبی ہو، اور تو نے کہاں کی تھانی ہو، عمر نے اسے
 ابو جہل کے جہالت کی کل داستان سنائی اور ساتھ ہی اپنے اونٹ اور انعام کی بات بتائی، وہ
 شکر کہنے لگا۔ کہ یہ تو سب کچھ درست ہو اور کیا، مگر محمدؐ تو پھر بھی ایک غیر شخص ہو، اوسے تو چاروں
 ٹھہر کر بھگت لینا، تو بات کر پہلے اپنے من بہنوئی کی، جیسا کہ اسلام شہرے خاندان کے نام پر مدعی ہو،
 تو پہلے اپنے گھروالوں کا بندوبست کر جو ہر وقت محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں، اور خدا کا چپ کرتے ہیں
 جو تم کو یہ کام کرنا ہی ہو تو کیوں نہیں پہلے ان دونوں کا کام تمام کرتا، تمہارے کنبہ قبیلہ کی عزت
 رہ جائے، اور مسلمانوں کو بھی عبرت آجائے، عمر نے جو یہ بات سنی تو اوس کے تن بدن میں ایک
 آگ سی بھڑک اٹھی، اوس کی غیرت اب انتظار زیادہ برداشت نہ کر سکی، انھیں قدموں لوٹا،
 اور سیدھا بہن کے گھر کا رخ کیا، دوڑ آیا اور زور سے آکے دروازہ کھٹکھٹایا، بہن اوس کی آواز
 پہچان گئی، اوس نے جھٹ سے خبابؓ کو جو اوس وقت سورہ طہ ان کو سنارہے تھے، اندر چھپا
 دیا، کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ عمرؓ مذمذاج ہیں، اور ہمارے ترک کفر کے بھی مخالف ہیں، ایسا نہ ہو کہ
 کو اسے قرآن پڑھتا یہاں دیکھ کر طیش میں آجائیں، اور خبابؓ مفت میں زیر عتاب آجائے، ہم سے تو
 پھر بھی بوجہ بھائی بندی شاید درلے کر جائیں، مگر اس کو کلام اللہ پڑھتا دیکھ کر جتنا چھوڑیں گے
 چنانچہ خبابؓ کو چھپا کے بہن نے آکے دروازہ جو کھولا، اور عمرؓ کی نظروں سے خون ٹپکتا جو دیکھا
 اور اُدھر نظر لگی تو ارپڑی تو تازگی کہ اہل آئی، مگر ہمت کے میدان میں درانہ چوکی، کہنے
 لگی بھائی، مجھ سے ایک بات سن لو، پھر جو تمہاری مرضی ہو کرنا، عمرؓ نے کہا کیا، بہن کہنے لگی بھائی
 مقابلہ کا یہاں کوئی سوال نہیں ہو، تو میرا بھائی ہو امدین تیری بہن، جو بھائی کی شمشیر کو بہن کے

سہ سے غرض ہے توبہ اوس کا اپنا مال ہے، لے حوالہ ہے، یہ کہا اور سر جھکا دیا، جو تجھے میرا عذر
سننے کی خواہش ہے، تو بل کا بل اس توہر کے کہنے نہ چل، اپنی عقل کے پیچھے لگ، کہ تو عقل مند ہے،
میرا عذر سماعت کر جو قابل پذیرائی نہ ہوا، تو پھر جو طبع چاہے کرنا، عمر نے جب یہ بات بہن سے
سنی، تو ذرا جھجک گیا، تلوار نیچے کر لی، اور کہا کہ پھر بتا جلدی تو کیا کہتی ہے، وہ کہنے لگی، کہ تو بہن کے
گھر آیا ہے، کسی دشمن کے پاس تو نہیں آیا، ذرا تامل کر، یہاں بیٹھ اور حوصلہ سے سب بات سن،
میری جان جانی ہے تو جوائے، مگر مجھے یہ افسوس تو نہ رہے کہ تم نے مجھ سے منصفی نہ کی، یہ مسئلہ عمر کا قصہ
درا اور بھی ٹھنڈا ہو گیا، اور بیٹھ گیا،

بہن بونی کہ بھائی عمر، تقصیر تو میری یہی ہے کہ میں خدا اور اس رسول پر کیوں ایمان
لائی ہوں، میں نے جن سے کیوں منہ موڑا ہے، بھائی اگر یہ جرم ہے تو مجھے اس سے اقبال ہے، یہ
یہ درست ہے میں نے ضرور ایسا کیا ہے، اور کفر سے توبہ کی ہے، اب بھائی، تو اگر تعصب کو دور رکھے اور
دل کے قانون سے سنے، تو میں تجھے ایک چھوٹی سی بات اسی سلسلہ میں کہنی چاہتی ہوں، وہ یہ کہ
اے جان خواہرا اگر وہ کلام جس سے میں اتنی متاثر ہوئی ہوں، کہ مجھ سے موت کا ڈر مٹ گیا ہے، اگر
تجھے سنائی جائے اور تیرے دل پر بھی ایسا ہی اثر پیدا کرے، جیسا کہ اوس نے مجھ پر کیا، تو پھر بتا
کہ تو اپنے لیے کیا منرا تجویز کرے گا، کیا پھر بھی تو میرے قتل کا خون ناحق اپنی گردن پر لینگا،
خدا میں خدا کے نام پر جان دینے کو طیار ہوں اور مجھے مطلقاً موت کا ڈر نہیں ہے، مگر تو بھی درویش
میں سے کہ خدا کے حضور میں اس کبیرو کا تو کیا جواب دے گا، جس کا مرتکب تو آج لوگوں کے
بھڑکانے سے ہوا جا رہا ہے، تجھے بھی خدا کے آگے جان دینی ہے، آخر تیرا بھی حساب کتاب ہونا ہے،

تو اس قدر غافل نہ ہوا اور ان ظلم روانہ رکھ، کیا تجھے یہ بھی خبر ہے کہ میں بھی آخر کسی کی چاکر ہوں، اور کوئی اس بندی کا بھی مالک ہی، اسے میرے پر انون سے پیارے بھائی، اگر تو در قیامت کو اپنی رہائی چاہتا ہی تو خدا کے کلام کو سن، تو بڑا بہادر ہی اور درن ہر ہی، مگر میں انون تب، جو تو اسے گوش ہوش سے سنے دیکھ مقابلہ کی تاب لاسکے، اگر تجھے کسی وجہ سے اس کے سننے میں کوئی تامل ہو رہا ہو تو کم از کم اپنی پیاری بہن کی خاطر جس کی جان لینے کو تو شمشیر برہنہ لے بیٹھا ہی سن، تاکہ اسے یہ ثواب تو پہنچ جائے کہ اس نے کلام اللہ اس شخص کو سنایا، جو کلام اللہ پر ایمان لانے کی خاطر اس کی جان لینے آیا تھا، میرے عمر کو بس یہی میرا غرہ ہی، میری جان کے لئے وہ انورہ اقدہ، اگر خاطر کلام اللہ کو سن، اور اللہ سے ڈر،

عمر نے جو یہ گفتگو سنی، تو ذنگ ہو گیا، کہ یہ کیا بات ہی، اجل اس کے سامنے کھڑی ہی، مگر اسے اندیشہ نہیں، میں اس کا تسلیم کرنے آیا تھا، یہ مجھے پند نصیحت کر رہی ہی، کبھی اللہ کا نام لیتی ہی، کبھی کلام اللہ کا ذکر کرتی ہی، وہ آخر کیا شے ہی، جس نے اسے اتنا اطمینان قلب عطا کیا ہی، اور اتنا دلیر کر رکھا ہی، بھلا وہ ہی کیا، دیکھوں تو سہی، بہن سے کہنے لگا، اچھا مجھے سناؤ، اس نے خباب کو اندر سے نکالا اور اس نے سورہ طہ پڑھنا شروع کر دیا..... کہ قرآن اس کے پاس سے اُتر ہی، جس نے یہ زمین اور اونچے اونچے آسمان پیدا کیے ہیں، وہ رحمت والی ذات جس کا عرش برہین پر راج ہی، وہی خالق اور وہی مالک ہی ہر چیز کا، جو آسمانوں پر ہے جو زمین پر ہے اور جو ان کے درمیان ہی اور جو کہ خاک کے تلے ہی، اسے انسان تو منہ سے بول یا نہ بول، وہ بھید و فکر اور بھید وں سے بھی زیادہ چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہی، وہ تمام کائنات کا خدا ہی، اس کے سوا

کوئی معبود نہیں، دنیا میں ہر ایک خوبی اور نیکی اُسی کے نام سے ہی.....
 وہ گھڑی آنے کو ہے جو یہ سب لوگوں سے پوشیدہ رکھی ہے، وہ جزا کی
 گھڑی ہے جب کہ ہر روح جیسا کریگی، ویسا بھرے گی، دیکھو وہ شخص جو اس پر یقین نہیں لاتا،
 اور جو اپنی نفسانی خواہش کا قلام بن رہا ہے، کہیں تجھے راہِ حق سے نہ روک دے، اور تیری
 تباہی کا باعث نہ ہو جائے..... عمر یہ سن ہی رہا تھا کہ اوس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، تلوار اوس نے
 نیام میں ڈال لی، اور بے اختیار کہنے لگا، کہ بہن، یہ کیا حقیقت ہے، اس میں کوئی بعید ضرور ہے،
 ان بتوں سے اپنا بُت نہیں بتا، یہ زمین و آسمان یہ نبی نوعِ انسان کس نے بنائے ہیں، یہ کلام
 انسانی نہیں ہے، یہ کچھ اور ہی ہے، میری بہن تو میری خطا معاف کر، اور میرے قصور سے درگزر
 کر مجھے اب کچھ ہوا جا رہا ہے، میں کیا جانوں یہ کیا ہے، میں کیا کرنے لگا تھا، تو بہ میری، تو بہ،
 بہن اُٹھ چل اور مجھے لے چل اُسی کے پاس جس نے یہ کلام تم کو بتایا ہے، اور یہ روشنی تم کو
 دکھائی ہے،

اس پر یہ لوگ آنحضرتِ مسلم کے گھر کی طرف روانہ ہو پڑے، وہاں پہنچے، اور جابر و ازہ
 کھڑے کھڑے، کئی ایک اور آدمی بھی یہاں موجود تھے، اور یہ سب کو علم تھا، کہ عمر آج سرورِ عالم کا
 سر کاٹنے کو تیار لے نکلا ہوا ہے، بس گھڑی ہے کہ چل، آیا کہ آیا، جو یہ کہ اوتھوں نے آہٹ سنی،
 سب بھرا گئے، اور چپ ہو کر رہ گئے، آنحضرتِ مسلم خود اُٹھے، اور جاکے جہازہ کو بلا، اور
 عمر کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہا کہ عمر آخر کب تک تم میری جان کے قصد میں رہو گے، اور حرم کو
 دیکھو تو وہ گویا ایک تصویر ہے جان، دونوں ہاتھ باندھے سر جھکائے، آنکھیں زمین پر لگائے،

اگر اہل بیتؑ بولنا چاہتا ہی گز طاق گفتگو نہیں رکھتا، عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ریشہ لگایا تھا کہ آپ نے جھٹ سے اُسے لگے لگایا، اور پیشانی پر بوسہ دیا، اب جو عمر نے آپ کو روشن ضمیر نگاہ سے دیکھا تو اوس پر حیرت حسن اور رعب رسالت سے ایسا سکتہ طاری ہوا کہ دیر تک تو اوس کے منہ سے بات ہی نہ نکل سکی، جو جو حرکات اوس نے کی تھیں، سب اوس کے سامنے ایک ایک کر کے آگین، ایشیائی نے پسینے پر پسینے شرم کے بہائے، اور دیر تک حوصلہ و محبت جگہ پر نہ آئے، آخر جب دل نے ذرا قرار پکڑا اور طبیعت ٹھکانے پر آئے گی، تو عمر نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا، یوں کہا، کہ یا محمد، تو نے مجھے کیا کر دیا، تیرے کلام میں کیا جادو ہے، اور تیری زبان میں کیا تاثیر مجھے آج وہ آنکھ نصیب ہوئی ہے، جس سے میں تیرا حسن و جمال دیکھوں، اے شاہ حسن تو نے تو میرا دل لے لیا، مجھ میں اب وہ تاب و توان کہاں کہ میں کچھ کہہ سکوں، مجھ پر نگاہِ رحیم کر

رفیقہ انگیز مشکوکل مشکین کشای تاب زنجیر زار دل ویرانہ ما
گر گریز آید پر سد کہ گورب تو کیست گویم انکس کہ ربو داین دل دیوانہ ما

آپ نے حضرت عمرؓ کو دینِ مسلمان کیا، عمر کے بیعت کرنے سے مسلمانوں کا رسوخ اور بھی بڑھنا شروع ہو گیا،

ان ہی ایام میں ایک اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آگیا، حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں چچا تھے، اور آپ سے بہت مانوس تھے، ایک دن حمزہؓ شکار کھیل کے جو واپس آئے، تو لونڈی نے کہا، صاحب، آج ابو جہل نے ایسے ایسے فحش کلمات محمدؐ کو کہے ہیں کہ جہ سے تو سنا بھی نہ جاتا تھا وہ بیچارہ بولتا تک نہیں، اوس نے زبان تک نہ ہلائی، آفرین ہے اوس کے حوصلہ پر، اوس نے

اُمّت تک نہیں کی۔ میں تو میرے مٹا ہو گئی، کہ ہمارے محمد کو یہ تناذیل و رسوا کرین، اور ہم پاس
 دیکھا کرین، بھلا اوس عاجز کا قصور ہی کیا ہو، اور اوس نے ابولہل کا بھلا ہی کیا ہو، حمزہ کو یہ
 سکر بڑا رنج پیدا ہوا، اور اسے اس قدر طیش آیا کہ غصہ کا بھوت اوس کے سر پر سوار ہو گیا، اس نے
 نہ حیل کی نہ حجت، سیدہ ابوجہل کے گھر کی راہ لی، اور وہاں پہنچ کر ترکش سے ایک تیز کال کہاں پر
 جھڑایا کچھ کر مارا کہ اُسے زخمی کر کے چھوڑا، اور اوس سے کہا کہ تو نے کیا گمنڈ اپنے دل میں
 بنا رکھا ہو، تجھے خبر نہیں کہ محمد میرا دراز راہ ہو، اور تو جانتا نہیں، کہ میں بھی محمد پر ایمان لے
 آیا ہوں حمزہ نے وہاں سے واپس آ کر تمام واقعہ آنحضرت صلیعہ وسلم کو سنایا اور اپنا اسلام قبول کرنا بھی
 بتایا، رسول اللہ صلیعہ وسلم یہ خبر سکر پشاش ہوئے، کہ حمزہ جیسا بار سوخ آدمی اُمّت میں شامل ہو گیا ہو،
 حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی شمولیت سے جماعت اسلام کو بڑی تقویت پہونچی، کیونکہ مکہ مکرمہ و نون
 بڑے رعب و رسوخ والے شخص تھے، عمر بڑے دلاور تھے، اور ول کے بڑے ہی دلیر تھے، ایک
 دن عمرؓ نے آپؐ سے کہا کہ اب تک تو مسلمان ہمیشہ کفار سے چھپ چھپ کر ہی رہتے رہے ہیں، اور
 ڈر ڈر کر ہی اپنا وقت گزارتے چلے آئے ہیں، مگر اب یہ نہیں ہونے کا، ہم کو ناز خانہ کعبہ میں پڑھنی
 چاہیے، کفار اپنا دین باطل تو نہ چھپائیں، اور مسلمان اپنا دین حق چھپا دیں، یہ نامناسب ہو،
 آنحضرت صلیعہ وسلم نے کہا، اچھا عمر، وہیں پڑھینگے، چنانچہ تازہ دین پڑھی گئی، مگر اب جھگڑا اور بھی بڑا
 ہو گیا، اور مخالفت کی آگ زیادہ زور و شور سے بھڑک اٹھی،

بنی ہاشم کے قبیلہ کے لوگ جن میں سے کہ آپؐ خود بھی تھے، آپؐ کی بڑھی پاس خاطر کرتے بنی شعب کو
 تھے، اگرچہ صرف چند ہی شخص ان میں سے تھے جنہوں نے اس وقت تک اسلام قبول کیا تھا،

گزردہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے، کہ دوسرے قبیلہ کے لوگ اون کے قبیلہ کے ایک شخص کو
 بری نگاہ سے دیکھیں یہ تقاضا بھائی بندی کا تھا، اور حسرت خاندانی اس پر مجبور کرتی تھی، مگر
 اہل قریش اس دھڑداری کو بڑا معیوب سمجھتے تھے، بات بڑھتی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا
 بجائے شخصی کے اب خاندانی ہو گیا، ایک طرف تو بنی ہاشم اکیلے، دوسری طرف باقی کل قریش
 قریش والوں نے مکر بنی ہاشم کو نکال دیا، اور مقام شعب میں اون کو نظر بند کر دیا، اور بالاتفاق
 اون کی مخالفت پر کرباندی اور قسم کھالی، بلکہ ایک اقرار نامہ کھا، کہ جب تک بنی ہاشم محمد کو ہمارے
 حوالہ بفرق قتل نہ کر دیں گے، تب تک ہمارا اون سے قطع تعلق رہے گا، نہ کوئی اون کے ساتھ کھائے
 پئے، نہ رشتہ ناظر کرے، اور نہ اون کے ساتھ کاؤ بار کرے اور نہ اون کے ہاتھ کوئی چیز فروخت
 کرے، جو خلاف ورزی ان شرائط کی کرے، اُسے ذات برادری سے خارج کر دیا جائے،
 اس عہد نامہ پر سرکردہ اشخاص کے دستخط ثبت کرائے گئے، اصل کاغذ خانہ کعبہ میں آویزاں
 کیا گیا، اور قتل اوس کی ابو حیل کی کھال کی تفویض میں رکھی گئی، تاکہ اس نئی حرکت کو بھی اُسی
 جاہل کئے خاندان سے نسبت نہ رہے، یہ شعب کی شرارت و تون چلتی رہی، اور اس سے کیا کیا
 اذیت بچارے مسلمانوں نے نہ سہی، مسلمان تو بجائے خود رہے، اون کے خویش و اقارب نے
 بھی ہنگامی، اود تو اور رہا، چاہے چشموں سے ان کے لیے پانی لینا نصیب نہ ہو گیا، الغرض شعب کی
 ہستی میں قریش نے قحط ڈال دیا، اور ہر طرف سے ان کا ناکہ بند کر دیا، بعض رحم دل جو بنی ہاشم
 کے بچوں کو بھوکہ پیاس سے لاچار دیکھتے اور شعب کو اون کا بللا نا پڑوس میں سنتے، تو
 ان کے کلیجے ابل اُٹھتے، آخر قریش کے چند اشخاص کو اون کی گئی گنوا کی عقل نے پھر تسک

آدھائی تین سال کے بعد ایک نیک نام تہامی پشام حرمیدہ ان سالتے آیا، اور اس نے
 ان سب کو اور بالخصوص اوس بدگن اور جیل کو خوب ڈانٹا، کہنے لگا کیا یہی تمہاری انسانیت
 ہے، کہ یہ بچے تمہاری آنکھوں کے سامنے بھوکے مرا کرین، اور تم عیش و آرام سے رہا کرو، آخر حرم
 کیا ہے، اور کس تقصیر کے یہ لوگ مجرم ہوئے ہیں، اور کب ان کی سختی معاف ہوگی، یہ کیفیت سنکر
 چند ایک اور آدمی بھی اس رائے کی تصدیق میں اوس کے شامل ہو گئے، اس بات پر اب
 سب طرف سے تیل و قالہ ہونی شروع ہو گئی، چنانچہ ایک دن بزرگ ابوطالب نے آگے کہا
 کہ بھائی تم وہ کاغذ منگو اوجس پر یہ عہد نامہ لکھا گیا تھا، اور جس میں محمد کا اور اوس کے خدا کا
 اور باقی سب چچا رقم ہے، جو عہد نامہ تم لوگوں نے لکھا ہے، اوس میں کیرٹے لگ گئے ہیں،
 نام خدا کے سوائے اور کوئی حرف پڑھا نہیں جاتا، محمدؐ کے پیچھے سے ایسا بیان کیا ہے، اوس پرچہ کو
 طلب کرو، اگر یہ بیان سچ ہے، تو ہم لادان کو نہ رخصت سے نہ نکالیں، اور غلطی کے تو محمدؐ کا ہلاک کر دو، محمدؐ
 منگوا لیا، اور دیکھا لیا، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتا اس صحیح پایا گیا، اس پر پہلے پشام اور چار جو انحر و جو
 اوس کے بھتیان تھے، بول اٹھے، لہذا یہ تمام کاغذ چریے، اور یہ سب تحریر و تقیر ہے، ہم کوئی پابند اس
 تحریر کے نہیں ہیں، کاغذ ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا، اور ابوہل منہ دیکھتا رہ گیا، تین سال
 گزر جانے کے بعد ان کو اپنی نوشت و تحریر کی لنویت سمجھ میں آئی، اور بے گناہی سے تقصیر لادان
 کے بچوں نے عذاب موت سے نجات پائی،

اسی زمانہ میں حضرت تھکیجے منزل و تلب کے کوچ گئی تھامی گزلی، اور آپؐ کو اس
 دلی رفیق سے غریب کی حیثیت پڑ گئی، وقت آخر آ پہنچا، اور طائر روح جسم سے پرواز کر گیا،

مومنین کو ان المومنین کی وفات کا بڑا بھاری صدمہ گزرا، مگر سید المسلمین کے دل پر جو صدمہ
 مسلم اول کے گزر جانے سے ہوا، اوس کا رقم کرنا قدرت قلم سے باہر ہے، جو چوت نبی اللہ کے
 دل پر اوس پاک روح کے گزر جانے سے پہنچی، جس نے تمام عالم میں سب سے پہلے اوس کی
 نبوت تسلیم کی تھی، اوس کا میان تو طاقت انسان سے بعید ہے، جس حبیب خدا کا خدیجہ سا محبوب
 اوس کے پہلو سے کنارہ کو لگایا ہو، اوس کے غم و اندوہ کا تذکرہ بشر کے مقدور سے دور ہے، اس
 موت سے یک قلم آپ کے سر پر ایک کوہِ غم آٹوٹا، اور یہ لازم تھا، کیونکہ خدیجہ بڑے پایہ کی رفیق
 اور بڑی خوبی کی بی بی تھی، خدیجہ وہ تھی، جس نے اپنا زرو مال اپنا جاہ و جلال الغرض سبھی کچھ
 اوس ماہِ جمال پر تصدق کر دیا تھا، اپنے پر تیم تپی کے چین کو اپنا سکہ اور اوس کے درو کو اپنا دوک
 بنالیا تھا، اپنے پر انون سے پیارے پیارے پوجا اپنا دھارن و دھار لیا تھا، اسی خدیجہ کی دنیا سے
 رحلت اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی رحلت نہ ہوتی تو کیا ہوتی، ملکہ آنجنابی کی یاد اوس شہِ عالم
 کے صفحہ دل پر ایسی نقش ہوئی، کہ پھر اپنی موت کے ساتھ ہی مٹی، آپ خدیجہ کو بڑی بھاری عزت
 کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور کہا کرتے تھے، کہ دنیا میں چار عورتیں نہایت اعلیٰ درجہ پا چکی ہیں،
 حضرت عیسیٰ کی مان مریم، فرعون کی میوسیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکہ خدیجہ، اور آنحضرت
 کی لڑکی (خدیجہ کے لطن سے) فاطمہ،

خدا کی قدرت، مصیبت پر مصیبت نے آمندہ دکھایا، اسی سال بزرگ ابوطالب بھی راہی
 ملکِ عدم ہو گیا، وہ دادا کا جانشین اور باپ کا قائم مقام چلتا ہوا، وہ یتیم کا دالی اور نابالغ کا
 سرپرست بھی روانہ ہو گیا، وہ غمخوار و غمگسار چچا بھی چل بسا، یکا یک آپ کے دل کو درد نے گھیر لیا

اور طبیعت پہ قلق نے قابو پایا، دل میں بار بار یہی خیال آتا، کہ میرے لیے میری ولد اور خدیجہ اور مجھے جان نثار چھانے کیا کچھ نہ کیا، کیا جان کی راحت اور کیا تن کا آرام سب ہی کچھ اور غولانے چھوڑا، مگر عمر بھر دفاتے سہ نہ موڑا، کیا آج میں اس جگہ بغیر اون دلدادوں کے ہوں، ارمان صد ارمان، اب میرے دکھ میں کون روئے گا، اور کون میرے درد میں شریک ہوگا، ایک زمانہ میرے ساتھ جنگ وجدل پر ہو، اور ایک دنیا میرے قتل پر آمادہ، اب کون میرے دکھ کو لکھو سہارا دینگا، اور کون اس آتما کی دھارس بنے گا، مولا مدد،

آپ نے کچھ تھوڑا وقت تو چون توں کر کے گزارا، مگر تاہر کے، مشرکان کہنے جواب آپ کو نبی اللہ کا بالکل اکیلا پایا تو اس وقت کو غنیمت جانا، اور طرح طرح کی سختی اور تعدی پر آمادہ ہو گئے، ہر خد آپ نے حوصلہ و ہمت دکھائی، مگر مخالفت بڑھتی ہی نظر آئی، آخر آپ نے ایک روز یہ ارادہ کیا کہ اس جگہ کا قیام ترک کر دیا جائے، اور اپنا ٹھکانا کہیں اور بنایا جائے،

بمصفیران جن ہم سے چین چھوٹے ہے ہائے اسے شام غریبان کہ وطن چھوٹے ہے آپ نے اب شہر طائف کا رخ کیا، کہ وہاں جلیل اور چل توحید کی تبلیغ کریں، وہاں میں سوچا کہ اس وقت کہ کی خبر اراضی میں وحدانیت کی تحم ریزی ایک قورایگان ہے، دوئم بیان اب ٹھہرنا بھی نامکن ہو جا رہا ہے، طائف کو جلیل، اون لوگوں کو کلام اتھی سناٹیکے اور جو دو دن مکہ سے باہر گزر جائینگے، وہ غنیمت ہونگے، ان ظالموں کے بچے سے کچھ تو نجات ملے گی، مشرکان کہنے پہلے سے ہی طائف میں خبر پہنچا دی، نہ فلاں فلاں شخص آ رہا ہے، تم خبردار رہنا، جو تم کو اپنی اور اپنے معبودوں کی کوئی عزت و توقیر منظور ہے، تو اس شخص کو نزدیک نہ آنے دینا،

جو تم کو ہم سے باہمی اتفاق رکھنے کی غرض ہے، تو محمد کو داخل شہر نہ ہونے دینا، یہ شخص برا فطرت لیا
ہے، اور سحر جادو سے اسے ہر وقت کام ہے، جو کوئی اس کی بات سن لے گا، وہ اسی کا ہو رہیگا،
خبردار رہنا اور اسے پاس نہ آنے دینا، یہ خبر کیا پہنچی کہ وہاں تو لڑائی کی طیاریاں شروع
ہو گئیں، ہر کسی نے یہی سمجھا کہ یہ تو کوئی بلا آ رہی ہے، سب اکٹھے ہو گئے، اور لڑائی کے لئے ڈٹ
گئے، ایک رسول خدا ایک طرف، اور تمام طاقت دو دوسری طرف، ایک کا علاج دو ہوتا ہے بھلا
جہاں دو تو دور ہے، اکٹھا دو تو انسان ادھ کھڑا ہو، اور انسان بھی کیا، حیوان سے بدتر
وہاں کوئی کیا کرے،

لوگ اونچی ڈھیلوں، چوٹیوں پر چڑھ گئے، اور ایٹ پتھر، تیرکمان لیکر مورچہ بنا کے بیٹھ گئے
آنحضرت مسلم کے وہاں پہنچنے پر ایسی بارش برساتی اور طفیل کے طفولوں سے ایسی ذلت کرائی، کہ
آپ کو وہاں سے واپس ہی ہونا پڑا، آپ شہر چھوڑ کر واپس باہر نکل آئے، اور ایک درخت کے
نیچے آ پناہ لی، آپ کے جسم کے زخموں سے خون جاری تھا، اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے،
آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، اور بارگاہ باری میں التجا کی،

آہ ولی کیسے بھئی ان جاہت کے سنگ و پیک کے من کچھ نہیں جل مے پتنگ

اے میرے مولا میری مدد کر، میرے کارساز، میرا گڑا کام بنا، مجھے ذلت سے بچا، کہ میں بہت ذلیل
ہو چکا ہوں، تو بندہ فوازی کر، کہ میں تیرے کتر بندوں سے ہوں، اے پاک ذات تو میرے گناہوں
چشم پوشی کر کہ میں مستحق چشم پوشی ہوں مے کریم محمد یہ نظر کر م کہ میں ملتی کر م ہوں، اے خداوند
میں اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت و پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں، مجھ میں مہر کی

طاقت اب تھوڑی رہ گئی ہے، مجھے اپنی شکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی، میں اب سب لوگوں میں ذیل و رسوا ہو گیا ہوں۔ اسے خداوند عالم، تیرا نام ارحم الراحمین ہے، عاجزون کی عذر پذیری اور مظلوموں کی دستگیری تیری خاص صفت ہے، اسے پروردگار تو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار ہے، اور یہ عاجز تیری عنایت اور مدد کا ہر دم اُمیدوار، میں نہایت قصور وار ہوں، لیکن اسے حیم تیرا جم میری تقصیرون سے بہت زیادہ وسیع ہے، تیری رحمت کا نور دین دنیا کی تاریکیوں کا دور کرنے والا ہے، یہ طاقت تیرے سوائے اور کسی میں نہیں۔

تا ابد یارب ز تو من لطف ہا دارم اُمید	از تو گرا اُمید بُرم از کجا دارم اُمید
ز ستم عمرے بسی چون دشمنان و دشمن گیر	بیوفائی کردہ ام از تو وفا دارم اُمید
ہم فقیر ہم غم غم یکس و بیمار روزار	یک قدرت زان شربت دار لطف دارم اُمید
نا اُمیدم از خود و ز جملہ خلق جهان	از تہہ نومیدم اما از تو میدارم اُمید
نتہائے کار تو اُم کہ آفریدن است	ز انکہ من از رحمتِ بے منتہا دارم اُمید
ہر کسے اُمید دارد از خدا و جز خدا	لیک عمرے شد کہ از تو من ترا دارم اُمید
ہم تو دیدی من چہا کہ دم تو پوشیدی ز لطف	ہم تو میدانی کہ از تو من چہا دارم اُمید
روشنی چشم من از گریہ کم شد اے صلیب	این زمان از خاک کویت تو میدارم اُمید

دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ویس سے پرویس آیا، خستہ و خوار ہوا، کوچہ و بازار میں تشریف لے گا

اس سے تو بہتر ہے کہ میں واپس ملکہ کو ہی جاؤں، کہ آخر اپنا وطن اور باپ دادا کا مسکن، جو خرمن لگی زیارت کروں گا، اور طوائف کی عزت سے مشرف ہوں گا، جب طائف کے لوگوں کے نصیب میں

کلام آہی سنا ابھی نہیں لکھا ہے، تو پھر یہی مناسب ہے کہ میں گھر کی راہ لون، اور میں میت اٹھ
چھوڑ کر کہیں جاؤں بھی کیوں، وہ میرے خدا کا گھر ہے، وہ میرے موہن کی نگری ہے؛

گفت معشوتے بے عاشق اسے نفی تو بغیرت دیدہ بس شہر ہا
پس کدائے شہر زان ہا خوشتر است گفت آن شہرے کہ دروے دہر است

آنحضرت صلعم کو بخوبی علم تھا کہ جانا بھی اب کوئی سہل کام نہیں ہے، بڑی بے عزتی کا سامنا کرنا
دشمنوں کی نظروں میں بے حرمتی دینے تو قیری علیحدہ اور واقفوں آشناؤں سے بے رخی دینے قتل
جدا، مگر آپ نے ٹھان لی، کہ جانا کہ کوہے، چاہے کچھ بھی ہو، چلنا پریم نگر کو کہے، خواہ کوئی بھی مصیبت
آئے، جانا دیا رد و لبر کوہے خواہ کسی بلا سے بھی معاملہ پڑے،

تو اپنے شیوہ جو رو جھلس مت گذرے تری بلا سے مراد م رہے رہے نہ رہے
کفار مکہ نے بھی ادھر پھر بغاوت پر کمر باندھ لی، کہ جو بھی ہو، اب اس شخص کو واپس شہر میں داخل
نہ ہونے دوا، اور یحییٰ کیا پتہ تھا، کہ اسی شہر میں اس شہر بدر کو تاجدار شہر ہو کر کبھی داخل ہونا ہے،
نہ اون کو یہ ہی علم تھا، کہ اسی کے نام سے شہر کو شہرہ آفاق بننا ہے، الغرض جب آپ مکہ کے قریب و
جو ارمین آپہنچے، اور آپ کو مکہ والوں کے اس منصوبہ کا پتہ لگا، تو آپ نے یہی مناسب خیال کیا کہ
قبل اس کے کہ شہر وارد ہو جائے، ان لوگوں سے ایک استدعا کی جائے، ممکن ہے کہ اس سے
یہ تنازع رفع دفع ہو جائے، آپ نے ایک آتے جاتے گئے ہاتھ شہر والوں کو یہ کہلا بھیجا، کہ میں اس
شہر کا باشندہ ہوں، اور باپ دادا سے میرا یہ مسکن ہے، سب لوگ مجھے جانتے ہیں، میں امید کرتا ہوں
کہ کوئی نہ کوئی آپ سے مجھے اپنی چاہ میں لے لے گا، اور میرا متنازع ہو، میں یہ یقین دلاتا ہوں

یا علی کی رگڑ

کہ میں کسی نے کچھ نہیں کہو تھا، نہ آپ کے دین میں میں غل ہوں گا، البتہ اپنے پرتم کا پرچار کروں گا۔
 اگر کسی کو اوس سے کوئی ہرج نہیں ہوگا، مصیبت میں بھلا کون کسی کا ساتھ دیتا ہے، مخالف تو
 درکنار، خویش و اقارب کا لہو بھی سفید ہو گیا، واقف آشنا بھی منہ موڑ گئے، اور اپنے پرائے
 سبھی چھوڑ گئے، کوئی سامنے نہ آئے اور بار ضمانت نہ اٹھائے،

مطعم کی پناہ

بھلے آدمی کی قلت تو دنیا میں ہر جگہ رہتی ہے، اور عرب میں تو قحط الرجال تھا، مگر پھر بھی
 اللہ کار ساز ہے، ایک شخص مطعم نام مرد میدان سامنے نکلا، اونٹنی پر چڑھ کر اوس نے کہ میں
 کوچہ بہ کوچہ منادی کر دی، کہ دیکھو لوگو سُنو، محمد بن عبد اللہ تاج سے میری پناہ میں آ گیا ہے،
 خبردار کوئی اُسے اب سے بُرا بھلا نہ کہے، میں اوس کا ضامن ہوں، یہ بھی کسی کو کچھ نہیں کہے گا،
 مذہب اس کا اپنا ہے، ہمارا دین اپنا، نہ اسے ہمارے بتوں سے کچھ تعلق ہے، نہ ہم کو اس کے خدا سے
 گریہ سن لو، جو شخص اس کو ناحق ستائے گا، وہ منہ کی کھائیگا، اس ذمہ داری پر آنحضرت صلعم
 کہہ تو آ گئے، مگر بدشعار اور بدکردار لوگ آپ مطعم کے درپے ہو گئے، اور بات بات میں اوس سے
 لڑک جھوک کرنے لگے، آئے دن ایک نیا جھگڑا اور روز ایک نیا فساد، ضامن غریب کا اونٹن نے
 ناک میں دم کر دیا، رسول کی رسالت بھلا یہ کب برداشت کرے، اور نبی کی نبوت کہاں
 گوارا کرے کہ مطعم سا ایک محسن ناکہ دنی الزام میں روز گردانا جائے، اور یہ سب کچھ آپ کی
 خاطر، آپ نے ایک دن صبح فجر دم نور کے تڑکے برسر راہ کھڑے ہو بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا
 کہ بھائی دیکھو۔ کوئی مطعم سے میری خاطر جھگڑا نہ کرے،

بیوجہ عداوت کا سزاوار تو میں ہوں اور تو چو کیوں ظلم گنہگار تو میں ہوں

مسلم کا کچھ ذرا بھی قصور نہیں ہے، جو بھی ہے میرا اپنا ہے، میں اب اوس کی پناہ سے نکل آیا
 ہوں، میں اب اوس خدائے واحد کی پناہ میں ہوں، جس کے لئے تم میری جان کے دشمن بنے
 ہوئے ہو، تم کو اب واضح رہے کہ میں اب صرف اوسی کے زیر سایہ ہوں، وہی میرا اور تمہارا
 بنانے والا اور ہم سب کی جان لینے والا ہے، عاقبت کے روز سب کو وہیں حاضر ہونا ہے،
 اور اپنا اپنا حساب کتاب دینا ہے، جب تک حکم ربی نہ ہو، تم میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، جب تک
 مرضی مولانہ ہو، تم میرا بال تک بیکانہیں کر سکتے، اب میں تم کو اچھی طرح آگاہ کر دیا ہوں، مطلع رہو
 اس سے، اس ولیہ کا لام اور جو اندانہ گفتگو کا اثر بے مثل ہوا، لوگ دہشت کھا گئے اور دنگ
 اُٹھ کر توجہ ان لکھ رہے تھے، سمجھ بوجھ کچھ نہ رکھتے تھے، مگر بعض بعض اشخاص اب وقتاً فوقتاً اس
 سوچ میں پڑ جاتے تھے، کہ کون کون کا خدا لکھا ہے، جس کا اتنا بیروسیہ اس شخص کو ہے، یہ اللہ کا ہیتم
 ہوا کرتا تھا، اس کی کوئی پوچھ تھی نہ پرست، اتنا اسے پڑھنا آتا تھا کہ لکھنا، اب یہ کیسا سے لکھا
 ہو رہا تھا، آئے دن نئے مسئلہ نکالتا ہے، عالم نقل و کتاب چلا جاتا ہے، اب اس کی بات
 دیکھو کس وضع کی ہے، اور یہ گفتگو کس ڈھنگ کی کرتا ہے، یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے،
 یتیمہ کنہا کردہ قرآن دیت کتب خانہ چاندلہ بست

اسی اثنائیں ایک بڑا بیماری ذی عزت رئیس طفیل نامی اپنے کام کاج کے لئے مکہ

میں آیا، لاگوں نے اوس کا بڑا استقبال کیا، اور اوس کی بڑی خاطر تواضع کی، باتوں ہی باتوں
 میں اوس سے سنا کہ وہ بھی آگیا، کہ میان ہم میں ایک شخص محمد نام ایسا پیدا ہو گیا ہے، کہ اوس نے
 اپنے باپ دادا کا نام بہ نام کر دیا ہے، اے چارے آبا و اجداد کی عزت خاک میں ملا دی ہے،

نیل کا

ان کا

خانہ کعبہ کے بت جنگا دیا ہم کہاتے ہیں اور جن کے سایہ تلے ہم رہتے ہیں، اون کی یہ تو بین کرتا ہوں
 اور اپنے پرانے کسی کی نہیں سنتا، تیل نے کہا، کہ آخر اوس کا اپنا دین کیا ہے، اور اوس کا
 اعتقاد کس پر ہے، لوگوں نے کہا، کہ وہ ایک کا ذکر کرتا رہتا ہے، کہ یہ تمام دنیا اوس نے بنائی ہے
 اور وہ سب کا مالک ہے، آسمان اوس کے ہیں، زمین اوس کی ہے، وہ ایسے ڈھکوسلے جوڑا رہتا ہے
 مگر ہم لوگ تو کان بند کر لیتے ہیں، اور حتی الامکان اوس کی آواز اپنے تک پہنچنے ہی نہیں دیتے،
 آپ ہمارے شہر میں تشریف لائے ہیں، ذرا محتاط رہنا، وہ بڑا جادوگر ہے، اور اوس کا نام
 سحر سامی ہے، جو ایک دفعہ سن پاتا ہے وہ اُسی کا ہو جاتا ہے، خدا کی شان - کرتار کے کارن
 ایک دن ایسا سبب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھ رہے تھے، کہ طفیل پاس سے گذرا، وہ
 ہٹ دھرم اور متعصب آدمی نہ تھا، ہر چند مشرکین نے اُسے ہدایت کر دی تھی۔ مگر وہ سنتا ہی
 رہا، اور کچھ ایسا مٹا کر کلام اللہ سے ہوا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناز و وظیفہ سے فارغ ہو کر
 گھر کو چلے، تو یہ بھی پیچھے پیچھے چلا گیا، آپ بہت تیز رفتار تھے، اسے راستہ میں تو موقع ہی
 بات کا نہ ملا، جب آپ گھر پہنچے، تو طفیل سامنے جانے کے دوزانو بیٹھ گیا، اتنا بڑا امیر جاہ و جلال
 والا، مگر اُسے ہوش تک نہ رہا، کہ ایک تو مگر کس غریب و مفلس کے سامنے کس طرح سوال کے لیے
 آ بیٹھا، اُسے آئی دھن پریم کی اور لگی لگی پریم کی، عشق اللہ نے اوس کے اندر آجوش ملا
 اور من محبت کی مستی سے سرور ہو گیا،

تمم از صحبت ولدار شد دست

ولم کز بادہ جبار شد دست

خلیب وقاضی و خلد شد دست

بی خانہ گذر کردم جو دیدم

ازین ہے جرعه یا کان چشیدند
جنید و شبلی و عطار شد مست
گلستانِ ارم را سیر کردم
چو دیدم سرسبز گلزار شد مست
ازین ہے جرعه داؤد بن منصور
انا الحق میرودیرا شد مست
بروج پاک شمس الدین تبریز
کہ ملا بر سر بازار شد مست

طفیل نے عرض کی کہ اے محمد عربی، یہ تو نے مجھے کیا کر دیا، تیری آواز میرے کانوں پر پڑی اور میرا ہوش و خرد بے گئی، میں تیرے پیچھے دوڑا دوڑا آیا ہوں، اور اب تیرا در چھوڑنے کا نہیں، لوگ کہتے ہیں، کہ تو جادو گر ہے، جو تجھ سے ملتا ہو، وہ تیرا ہی ہو جاتا ہے، بس وہی ہوئی، یہ کلام جو تو نے پڑھا، وہ میرے دل میں گھر کر گیا، بتا تو یہ کیا ہے، مجھے سب کچھ سمجھا، مجھے اپنا خدا دکھا، ضرور کوئی اللہ ہے، اور بالضرور تو اوس کا رسول ہے، رسول اللہ تو میری طرف نگاہ تو کر، آنکھ اٹھا کے میری طرف ذرا دیکھ تو سہی، مجھے اب تیری روشنی میں تو نظر آنے لگا ہے، اے شیشہ خوبرو، تیری خوبی کی جناب میں ایک بے نوا گدا دست سوال دراز کئے ہو، دے اسے زکوٰۃ حسن کی، اپنے خدا کے نام کی،

سین ذقنا سنگد لاله عذارا
خوش کن بجگاہے دل غمیدہ مارا
من چون گدزم از سر کوئے تو کہ آنجا
یار ای گذشتن بنو باد صبارا
جامی نمکند جہ بوس بزم تو لیکن
در حضرت سلطان کہ وہد بارگدارا

طفیل ہدیہ نامی گرامی شخص، بارعب و بار سوخ سردار مشرف باسلام ہوا، اور
مشرکان مکہ خاموش رہیں، یہ بھلا کہاں ممکن، اوں کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی، طفیل تو

اپنے کام کاج سے فراغت پانے والے اپنے وطن کو چلا گیا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا کی اوتین اور پستین پیچھے چھوڑ گیا، یہ لوگ آگے ہی جلتے بھنے بیٹھے تھے، اب تو اون کو اور بھی بڑا بھاری موقع شرارت کا مل گیا، اونھوں نے بھی آپ پر ظلم کرنے میں کوئی فرق نہ چھوڑا، اور ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا، دل کی حسرت ایسی نکالی کہ کوئی ارمان باقی نہ رہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروون کا حال! لگھتہ بہ تھا، نہ بزرگ ابوطالب سانچو ارپاس نہ حضرت خدیجہ سادہ لوار پہلو میں، اور اس پر آئے دن تباہ دبا اور ذریعہ عتاب، جون جون دنیا کے دکھڑے بڑھتے گئے، عشق اشد کا درو بھی زیادہ ہوتا گیا، محبت مولا کی اور ہجرت کا، بس جان دنیا کے بھڑکے بندھال ہو گئی،

مکان یار دور و من نہ دارم ہلاتے در دل عجب دشکل افتاد چنان لے سازم یزیدل
کیا کھون کس سے کھون دیس پیا کا دور اڑہ سکون گر گر پڑون رمون ٹھور کی شور
جباب باری میں یہ بیواری سنی گئی، اور یہ قلن ہجرت کے حضور میں مقبول ہو گئی، شب و گن
وصل کی رات کا اور نیک ساعت حضور کی آئی، اور شب معلج نے آجانہ دنی دکھائی،

جب ان ظالمون کا ظلم برداشت کی حد سے بہت بڑھ گیا، تو آپ نے امت کو حکم دیا، ہجرت مدینہ
کہ وہ بھی اپنے برادران دین کی جو جتنہ ہجرت کر گئے ہیں پیروی کریں، مگر بجائے حبش کے اب
مدینہ کا رخ کریں، کیونکہ اوس ٹوکری دھرتی دھرم کے پودے کو اچھا جانتی ہے، چند ایک مدنی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت بھی کر چکے تھے، اور وہ اب خال خال صلمان بھی آنے لگ گئے تھے،
اسلئے آپ نے حبش سے مدینہ منورہ کو ترجیح دی، مومنوں نے ایک ایک دودو کر کے مکہ شریف کو چھوڑ دیا

اور رفتہ رفتہ سب چلے گئے اب باقی یہاں نبی اشد و غلی، اور ابو بکرؓ معہ اپنے اپنے غیال و اطفال کے رہ گئے، اہل قریش نے جب یہ حالت دیکھی، تو انھوں نے اکٹھے ہو کر یہ صلاح ٹھہرائی، کہ یہ سرغنہ اب اکیلا ہے، ہمارا ہی اس سے صحت و وہی کس ہیں، اب وقت ہے، اس کو یہاں سے نکلنے نہ دو، اور اس کا کام تمام کر دو، کچھ آدمی اس نے ہم سے نکال کر حبشہ بھیج دیئے ہیں، اب رہے سے مدینہ روانہ کر دیئے ہیں، اس نے ہمارے وہی ہم سے مخوف کر دیئے ہیں، اس نے تمام مکہ کو فنا کر دینا ہے اور ہمیں جیتا جاگتا تباہ کر دینا ہے، جس طرح بھی ہو اسے اب بچ کر نہ جانے دو، اور اس کی بوٹی بوٹی کاٹ لو، مگر جائے استاد خالی است، ابو جہل بولا، کہ اور تو سب کچھ درست ہے، مگر کوئی ایک خاص شخص محمدؐ کے قتل کے لیے تعینات نہیں کرنا چاہیے، بالکل ممکن ہے، کہ اس کے وارثوں سے کوئی شخص ایسا نکل پڑے، جو قاتل سے قتل کا انتقام یا خون بہا چاہے، تو پھر معاملہ بگڑ جائیگا، چنانچہ ابو جہل نے یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس کے کہ کوئی خاص آدمی تعینات کیا جائے، بہت سے آدمی ملکر اکٹھے محمدؐ پر جا کے ٹوٹ پڑیں، اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں، یہ رائے سب کو پسند آئی، اور سب نے اس تجویز کی توثیق کی، لعنت اس آفرین پر اور صد لعنت اس تحسین پر، بہر حال جب پخت و پز ہو گئی، اور صلاح قتل بے گناہ کی پک گئی تو ابو جہل چند ایک اور اشخاص ساتھ لیکر قتل کی نیت سے گھات میں جا بیٹھا، یہ لوگ اب منتظر تھے کہ جب موقع پائیں اندر داخل ہو جائیں، اور محمدؐی لہو کے پیاسے خنجر آپ کے خون سے سیراب کر لائیں، اور مکہ کی قتل گڑھ میں عورت عام بائیں، نشان ایزدی، ایک خادم نمک خوار مسلم جان شمار کو کہیں سے پھرتی اڑتی خبر مل گئی، وہ بھاگا آیا، اور اس نے آپؐ کو آبتایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے دروازے سے

منصوب
لئے تعلیم

محل ابو بکر کے گھر چلے گئے، اور علیؑ رات بھر اون کے بستر پر پڑے رہے، جب ابو جہلؓ مجھ دیگر
بد معاشان اندر آیا، اور آپؐ کو نہ پایا، تو سخت گھبرا یا اور بڑے طیش میں آیا، یہ لوگ وہیں سے
ابو بکرؓ کے گھر چلے گئے، کہ شاید آپؐ وہاں ہوں، مگر وہاں سے بھی یہ ناکام رہے، گھر گھر انھوں نے
تلاش کی، مگر آپؐ اتنے کہاں سے، آپؐ تو غار ثور میں جو مکہ سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھا،
مجھے ابو بکرؓ آپنا ولی تھی،

غصہ اور کڑوہ کا بھوت ان بدوں کے سر پر سوار ہو گیا، انکی شکل ڈراؤنی اور صورت
مہیب بن گئی، رنگ ان کا غصہ سے کالے ناگ سا ہو گیا، اور آنکھوں سے خون برسنے لگ گیا،
اور ہو کیوں نہ، ان کے ہاتھ سے ایک تو شکار جاتا رہا، اور دوسرا جلت و ندامت شہر بھر کی
ان کو اٹھانی پڑی، کہ یہ سب کچھ کیا بھی گر پھر بھی ہاتھ کچھ نہ آیا، ان لوگوں نے دیوانہ وار
مکہ میں مشرق سے غروب اور شمال سے جنوب دوڑ دوڑ کر چپہ چپہ زمین چھان ماری، مگر وہ
کام دل ان کو حاصل نہ ہوا، اور نہ وہ میدان صیادوں کے ہاتھ ہی چڑھا، دشمنوں نے
بڑے بڑے انعام و اکرام رکھے، کہ جو بدکردار اس نیکو کار کی گردن کاٹ کر لائیگا، اُسے
یہ سب مال متاع دیا جائیگا، مگر کہاں رسول خداؐ کہاں بندہ کجرام طام کی ٹین ٹین،
دشمن غار کے پاس سے گزرے بھی، مگر اون کو ایسا نظر آیا۔ کہ غار کے منہ پر ایک عنکبوت نے
جالا تن دیا ہے، اور ایک تیری نے اوپر اندھے بھی دیئے ہیں، اس لیے وہ اندر داخل ہی
نہ ہوئے، اور پاس سے گزر گئے، الغرض مشرکان اپنی سب دوڑ دھوپ کر کے تھک گئے اور
وہ خاتم النبیؐ کا خاتمہ کرنے والے اپنی کر تو ن کا آپؐ ہی خاتمہ کرنے کا اپنا منہ کالا کر کے

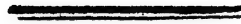
بیٹھ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین روز کے بعد نکل کر مدینہ روانہ ہوئے اور اوصاف علیؑ بھی دشمنوں کے داؤ پیچ سے بچ آپ کو آئے،

نصرت کی آمد

مومنین مدینہ کو موہن کا ٹکڑا دیکھ پاؤں چڑھ آیا، مسرت کی مدد سے مسرور ہو گئے اور کسی کے پریم کے نشہ میں چور ہو گئے، جگہ جگہ اونٹوں نے شادیاں بچائیں، اور گھروں میں لگی کے چراغ جلائے، ہر شخص آپ سے یہی کہتا تھا کہ میرے ہی گھر چلو، اور قیام کا شرف مجھے ہی دو، اگر محبت میں رشک نہ ہو، اور عشق میں رقابت نہ ہو، تو پریم کی جوت کا دیا بھلا کس طرح لوگ بے قرار ہوئے جاتے تھے، کہ دیکھئے، یرشادہ کس گھر کا حمان آج ہوتا ہے، اور کیسے یہ عزت ابدی بنتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ شوق و رغبت اور یہ جوش و محبت دیکھ کر بڑے بشاش ہوئے جاتے تھے اور مسکراتے تھے، مگر آپ کو یہ خیال بھی تھا، کہ کہیں ایسی جگہ پر ٹھکانا کیا جائے۔ جہاں باقی آسمان کو موقع شکایت نہ ہو جائے، جو شخص اپنے دشمن کی دل آزر دگی برداشت نہ کر سکتا تھا، وہ بھلا اپنی امت کے کسی بشر کا دل دکھانا کب گوارا کرتا تھا، آپ نے سب کو مخاطب ہو کر کہا کہ بھائی مسلمانو! اپنی اونٹنی کی ہمارے چھوڑ دیتا ہوں، جہاں وہ جا کے ٹھہر گئی بس وہی میرے ٹھکانے کی جگہ ہو گئی، تم سب اس پر رفا مندی ظاہر کرو، سب نے آمین کہی، اب ہریک اپنی اپنی قیمت کو منظر تھا، کہ دیکھئے کیا رنگ دکھاتی ہے، مگر ایوب انصاری کے نصیب کا بھی تو کوئی ہی پیدا ہوتا ہے، ذات حق کو اوس کا نام عالم میں دائم رکھنا تھا، اونٹنی اوس کے گھر کے آگے آگے ٹھہر گئی، بیچارہ ایک مفلس مومن اور بیکس بشر تھا، مگر بھاگوں کا بڑا دوستی مٹھلا، اونٹنی کا دھان ٹھہرنا تھا کہ لوگ اُسے مبارک پر مبارک دینے لگے، اور اوس کے

اپنے دل کی خوشی اور مسرت کی تو کوئی حد ہی نہ رہی، جس جگہ ناقہ جا کے بیٹھا تھا وہاں اب تک مسجد نبویؐ موجود ہی ہے، اسے آنحضرتؐ صلعم نے خود اور آپ کے اصحاب نے ساتھ لکڑی کی اینٹوں اور کھجور کی لکڑیوں سے کھرا کیا تھا،

تعداد مسلمانوں کی چونکہ اب بڑھ گئی تھی، نماز کے لیے گھر گھر جا کے بلانا کٹھن معلوم ہونے لگا تھا، آنحضرتؐ صلعم نے اصحاب سے صلاح پوچھی کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے، جس سے سب کی نماز کے لئے وقت پر اطلاع ہو جایا کرے، کسی نے کہا، گھنٹا بجاؤ، کسی نے کہا آگ جلاؤ، کسی نے کہا ناقہ کو سٹکھاؤ، فکر ہر کس بعد رہمت اوست، حضرت عمرؓ کہنے لگے، کہ ان بیان چیزوں سے جو بھلا کام لیتے ہو، کیوں نہ انسان خود افسانہ کو بلائے، اور خدا کا نام لیکر بلائے، تاکہ لوگوں کو یہ علم بھی ہو جائے، کہ خدا کی عبادت کے لیے بلایا جا رہا ہے، آنحضرتؐ صلعم نے یہ تجویز پسند کی، آغاز اذان اس طرح پڑھائی،



باب سوم

آنحضرت صلعم نے مدینہ کے لوگوں میں قومیت کی ایک روح پھونک دی تھی، کیا مسلم کیا کفار اور کیا مہاجر کیا انصار سب نے ایک دوسرے سے اتحاد رکھنے اور اتفاق رکھنے کا سبق سیکھ لیا، اور وہ پورنی عربی عادت اور بُرے خصائل ترک کر دیئے، آپ نے انھیں یہ ذہن نشین کرایا، کہ خواہ ہم میں اختلافات کچھ بھی ہوں مگر ہم لوگوں کو قومیت کا احساس کرنا لازم ہے، بجز اس کے کوئی قوم فلاح نہیں پاسکتی، اگر ہم لوگ باہمی تنازعات میں ہر وقت اُجھے رہینگے تو دُلّی کسی نہ کسی غیر کی اطاعت میں ہی رہینگے، ہر بشر کو چاہیے کہ مقدم خیال وہ اپنی قوم کا دل میں رکھے، اور اپنی ذاتی خواہشات کو قومی خیالات پر کبھی ترجیح نہ دے، جو شخص ترجیح دیتا ہے وہ انسان کے درجے سے اتر کر حیوانوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، دراصل حیوان کا یہ شیوہ ہے کہ وہ صرف اپنا ہی پیٹ پالن کر سکتا ہے، دوسرے ہم جنسوں کا اُسے کچھ فکر نہیں ہوا کرتا، اُسے سوچ اور سمجھ کی قدرت ہی اقد نے اتنی دی ہے، آخر وہ بھی کیا کرے، مگر انسان تو اسی لئے اُتارن الخلق تھا کہ اُسے فکر کی طاقت خدا نے دی ہے، لازم ہے کہ تم انسان کا جامہ پہن کر انسان کے خصائل اختیار کرو، اور اپنی قوم کا ہر وقت خیال مقدم رکھو، قومیت کا سب سے اول اصول یہ ہے، کہ قومی معاملات میں امتیاز فرقہ و جماعت بلا وجہ نہ رکھو، اسے تعصب کہتے ہیں، یہ

کامروار
ہونا

ہٹ دھری ہے، اور اس نے اکثر قوموں کو دیکھ کر کھالیا ہے، اور کاستیاناس کو دیا ہے
اسے مدینہ والوں اس سے بچنا، خبردار رہنا، یہ تعصب بڑی جگہ ہے، اس سے بچنا۔

بارہ تالیف گفتا قوم مابیدار شو

لوگ اس نصیحت پر کاربند ہونے لگ گئے، اور ادون میں یک جہتی اور یکگالت کے آثار بھی
نمودار ہونے لگ گئے، اب ادون کو خود بخود ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہونے لگی
جو قوم کا راہنما بنے، گرتی ہوئی قوم کا یہ خاصہ ہی، کہ ہر ایک ادون میں سمجھتا ہے، کہ ہم چوہا دیگرے
نیست، ہر ایک دوسرے کے تقاضے چھانٹتا رہتا ہے، مگر اپنی اصلاح نہیں کرتا، اور
ہر ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتا ہے، مگر متفق رائے ہونے کی کوئی سعی نہیں
کرتا، مدینہ والوں کی جب حالت دیکھ گئی تو انھوں نے فوراً یہ عیب اپنے آپ میں تادیب
اور یہ فیصلہ کیا، کہ جو ہم میں سلیم رائے، دور کی سوچ اور خوش مزاجی رکھتا ہو اسے سب
آوی ملکر اپنا سردار مقرر کر لیں، ایسا ہمارا متحد ہی تھا اور کون ہو سکتا تھا، آپ کے
اوصاف حمیدہ سب سرداروں والے تھے، اور صفات ستودہ تاجداروں جیسے، مسلم غیر
مسلم مدینہ کے بخت فختہ سے بیدار ہوئے، سب نے بالاتفاق آنحضرت صلعم کو اپنا سردار
مقرر کر لیا، اور حاکم مدینہ منورہ بنا دیا،

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ چند ایک اہل ایمان مسلمانوں کو ایسی بھی پیش آئیں جن میں
آنحضرت صلعم کو خود میدان جنگ میں جانا پڑا، انھیں غزوہ کہتے ہیں، اور بعض ایسی اہل ایمان بھی
ہوئیں جن میں آپ اپنے کسی سپہ سالار یا سردار کے ہمراہ لشکر بھیجتے رہے، ان کو سریرہ کہتے ہیں

ان میں سے جنگ بدر نے مسلمانوں کو کافروں پر غالب کر دیا، مکہ کی فتح نے مسلمانوں کا تسلط تمام
عرب پر بٹھا دیا، مسلمان اُصولاً لڑائی سے بڑے کتراتے تھے، اور دراصل لڑنے کی ظاہری
طاقت بھی نہ رکھتے تھے، یہ امر قابل غور ہے، کہ ان کا ایک گروہ بھاگ کر حبشہ چلا گیا، دوسرا گروہ
مسلمانوں کا تنگ آکر مدینہ میں ہجرت کر آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دوڑ دوڑ کر غاروں میں جا
پناہ لی، طرح طرح کی اذیت و مصیبت اُٹھائی، مگر کبھی بھی کسی سے مقابلہ کی کوشش نہ کی، اس
گروہ اور ایسے سرگروہ کی نسبت یہ خیال پیدا کرنا کہ وہ ملک گیری کی تمنا میں جنگ و جدل پر آمادہ
رہا کرتا تھا، نام درست ہی، یہ ترین قیاس ہی نہیں، کہ ایک ٹھٹی بھر مسلم عرب کی وحشی و خونخوار
قوموں سے ارادۂ ذیئہ خود جا کے لڑائی شروع کریں، ایسی معمولی بساط سے ایک پہاڑ کو جا کے
مکڑ مارنا اُسی کا کام ہے، جس کا سر چکرایا ہوا ہو، آپ جیسا عقل کل کبھی اپنی جماعت کو ایسی
مصیبت میں نہ پھنساتے، مگر جب جان پر آنے، تو کون ہے جو خاموش رہے، ہر ایک پر فرض ہے
کہ ظالم سے اپنی جان بچائے، آخر اس دنیا میں ہر ایک چیز کی ایک حد ہے، بل کس قدر سیل ہے
اور کتنا ٹھنڈا ہوتا ہے، لیکن اسے بھی اگر آگن دو، تو یہ بھی تپ جاتا ہے، اور ایسے ہی جلاتا ہے،
جیسا کہ خود آگنی، مسلمانوں پر مسلمان ہونے کی خاطر جو قدسی غیر مسلم قوموں نے روا رکھی، وہ تو
دکھنا رہی، مگر ان عورتوں اور معصوم بچوں کے ساتھ جو سنگدلی اور سیرحمی کفار نے کی، اُسے سنکر
جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، غریب مسلمانوں کی خود داری اور حیا داری پر غیر مسلم علمبر
حملہ کرتے رہے، مگر یہ پھر بھی مدت تک چپ ہی رہے، آخر جمہور ہو گئے، مگر پھر بھی جو کچھ انھوں نے
کیا، اپنی جان بچانے کے لیے اور اسلام کا نام قائم رکھنے کی خاطر کیا، تنگ آمد بجنگ آمد

جنگ بدر

آنحضرت صلعم کی جو عزت و منزلت مدینہ والوں نے کی، اوس سے آپ کا اقبال و نون بدن
 بڑھنے لگا، مگر حسد و جاہ بھی تو آخر پہلو پہلو جایا کرتے ہیں، ایک شخص عبداللہ نام مدینہ کا رہنے
 والا جو شوق شہر سی و ملغ میں رکھتا تھا، آپ کے اقبال اور روز افزون جلال کا حاسد ہو گیا،
 کہہ دالے تو پہلے ہی آپ کی جان کے دشمن تھے، دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہے، اس نے اوس
 کا ٹھہری، ساز باز شروع کر دیا، اور عباس بن یثیم، ساتھ ہی یہ وعدہ بھی اوس سے کیا، کہ اگر تم
 مدینہ پر حملہ آور ہو گے، تو میں تم کو ہر طرح کی مدد اور امداد دوں گا، اور کہہ والوں نے یہ کہا، کہ ہم مدینہ
 فتح ہو جانے پر تم کو حاکم مدینہ بنادینگے، اور مسلمانوں کو بھی یکٹنگ لگی، کہ ایک تو یہاں یہ مار تین
 ہم میں موجود ہے، آرٹے وقت پر ضرور کوئی نہ کوئی حرکت کریگا، دویم اوس کو یہ بھی علم تھا، کہ کہ
 کے کفار تو صرف موقع ہی کی انتظار میں ہیں جب داؤن اوس کا لگ گیا، ضرور ہم پر حملہ کرینگے
 اور کسی کو جتنا جی چھوڑیں گے، اسلئے طیار ہی جنگ و فون طرے سے برابر ہی ہوتی چلی گئی،
 اتفاق ایسا پیش آیا، کہ ان دنوں ایک قافلہ قریش کا شام سے واپس آ رہا تھا، اور اوس کو
 مدینہ کے قرب و جوار سے گذرنا تھا، چور کی ڈاڑھی میں تنکا، سرور قافلہ ابوسفیان کو کچھ تنک گنڈا
 کہ کہہ اور مدینہ کی مخالفت بہت بڑھ رہی ہے، ایسا نہ ہو کہ مدینہ والے کچھ مقابلہ ہی کر بیٹھیں اور ہم لوگ
 اپنا مال و متاع نقصان کر ہائیں، سرور نے ایک قاصد کہہ دوڑایا اور مدد مانگی، قاصد نے اپنے
 اونٹ کے کان کڑویئے، کہا وہ اٹلے رخ لگا لیا، اور اپنا سپرہن چاک کر دیا، اور ایک نرائی شکل
 و وضع بنا کر جا دخل شہر ہوا، قاصد کو یہ خوب سوجھی، کیونکہ اس سے اوس کی آمد کی شہرت آتا
 تھا، ہو گئی، لوگ اکٹھے ہو گے، ماجر اچھا تو اوس نے کہا، کہ محمدؐ تمیر ابنا مال لوٹنے پر آمادہ ہو

تھیں نہ رہے جس طرح کا وہ آدمی ہے، تم سے کچھ ہو سکتا ہے، تو بتاؤ، ورنہ اپنے ماں و متاع سے ہاتھ
دھو بیٹھو، یہ سننا تھا، اگر کہیں جنگ کی طیاریاں زور شور سے شروع ہو گئیں، اکثر لوگ، جو سمجھدار تھے
آخری لمحہ تک مخالفت لڑائی کے رہے، مگر عربی کی عقل صنی بھی ہوا، ابو جہل کی جہالت کے سامنے پیچ نہی
اوس نے کسی کی کوئی پیش نہ چلنے دی اور لوگوں کو آمادہ فساد کر ہی لیا، اور لاؤ لشکر مدینہ پر دھاوا
کر کے کوٹھل آیا، اُدھر سردار قافلہ اپنا راستہ تبدیل کر کے اُٹ گیا تھا، اور صحیح و سلامت مع کل مال
و متاع مکہ بھی پہنچ گیا تھا، اوس نے آتے ہی اوس اجل کو خبر بھیجی، کہ (تو نابے سود ہے، لڑائی
نہ ڈانا، مگر وہ بھی ابو جہل تھا، اور قضا بھی اُس کی آئی ہوئی تھی، وہ کہاں کسی کو مخاطبین لاتا تھا،
اوس نے میدان کا زرار گرم کر ہی دیا، ابو جہل (۱۰۰۰) جوان ساتھ لایا، آپ کے ساتھ قریباً
(۳۰۰) آدمی تھے، جن سے (۸۰) مہاجرین تھے، باقی انصار، مگر سب کے سب لڑنے مرنے پر
طیار اور ایک دوسرے سے بڑھ کے آپ کے جان نثار، و راسل مسلمانوں کو یہ علم نہ تھا، کہ انہیں
آسی بھاری حمیت سے مقابلہ پڑنا پکا، مگر پھر بھی ہمت کے میدان میں یہ ذرا نہ گھبرائے اور ٹوٹ کر
جے رہے، قدرت نے فتح کے سامان مسلمانوں کے لئے کچھ عجیب ہیا کر دیے تھے، ایک تو موقع ایسا تھا
کہ سورج دشمن کے سامنے تھا، اور مسلمانوں کی پس پشت، دوسرے مسلمان ایک اونچی جگہ پر ڈیرہ
ڈالے تھے اور دشمن کا لشکر نشیب زمین پر تھا، اتفاقاً بارش آگئی، اور آئی بھی بڑے زور شور سے
اور کاپانی بہہ کر نیچے جا نکلا، اور غنیم کی صفوں میں تمام کچھ ڈو دل دل ہو گیا، بس تہہ کہ والوں کے
دل ٹوٹ گئے، پہلے حمزہ علیؓ اور عبیدہؓ میدان میں نکلے، اُدھر سے عقبہ اور اوس کے لڑکے آئے
پھر لڑائی دونوں جانب سے زور شور سے شروع ہو گئی، دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے

اور جو ہاتھ چڑھا: اُسے گاجر موٹی کی طرح کاٹ ڈالا۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر میدان میں ایک طرف بیٹھے دعا مانگ رہے تھے۔ کہ یا اللہ اپنی امت کی مدد کر اور سچ کا ساتھ دے، کہ اتنے میں وحی نازل ہوئی، جس سے نصرت کی خبر ملی، آپؐ نے فتح کی خوشخبری لشکر کو سنائی، میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، بہت سے کفار مارے گئے، اور باقی بھاگ گئے، مسلمانوں نے تعاقب کیا اور بھاگتے کو سیر کر لیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور مسلمانوں کی حسن عقیدت بھی قابل دیدہ ہو، ایک نوجوان مسلمان کی شہادت کی خبر سنکر اوس کی بدھی مان بولی، کہ مجھے اپنے بیٹے کی موت کا ذرا بھی غم نہ ہوگا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ دیں کہ وہ ٹھیک شہید ہو گیا ہو، اور اُسے بہشت نصیب ہو جائے، سبحان اللہ ایمان تو تو ایسا اور اعتقاد تو اس طرح کا، اس جنگ میں دو مسلمان لڑکے معوذہ اور معاذ بن جعفر نے جان بڑا ثابت ہوئے، انھوں نے دشمن کے لشکر میں پہنچ صفت بہ صفت ڈھونڈ کر ابو جہل کو جاکر پکڑا اور اُسے مار مار کر زخموں سے گھائل کر دیا، اور خود بچنے کل آئے، کفار بھاگ گئے تھے، اور زخمی اون کے میدان میں پڑے تھے، اتفاقاً عبداللہ بن مسعود وہاں سے گزرے جہاں ابو جہل گرا پڑا تھا، ابو جہل نے آواز دی، کہ ارے جانے دے، یہ تو بتاتا جا کہ کون لشکر جیتا ہو، اور فتح و نصرت کس کے نام لکھی گئی، عبداللہ کہا کہ دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہے وہ مرتے دم تو نامد ہوا تھا، اور تو اب بھی مغفل نہیں ہوتا، یہ کہا اور ایک دار سے ابو جہل کا کام تمام کر دیا، خدا نے برحق نے اس طرح اوس شخص کا خاتمہ کیا، جس سے ایک سوانح اور ایک ہزار چاندی کا سکہ خدا کے نبی کے خاتمہ کرنے کے لئے انعام مقرر کیا تھا، کہ واسے

واقعات جنگ

اب بجائے اس کے کہ اس واقعہ سے کچھ سبق سیکھیں، خود آرام سے رہیں اور دوسروں کو ہین
 میں رہنے دیں، اُلٹے مسلمانوں کے نیست و نابود کرنے کے پیچھے ہمہ تن لگ گئے، اگرچہ کفار نے
 منہ کی کھائی، مگر انھیں عقل ذرا نہ آئی، اون کی غیرت نے بھی ایک نرالا ہی نمونہ پیش کیا، گھر گھر
 مکہ میں اونھوں نے اعلان کر دیا، کہ جنگ کے مقتولان کا کوئی شخص علانیہ ماتم نہ کرے، اور نہ
 کہیں سے رونے دھونے کی آواز اُٹھے، ورنہ مسلمان ہم پر نہیں گئے، اور ہم اون کی نظروں میں
 سبک ہو جائیں گے، ایک بڑے عاقل اور بصیرت کا مارا اپنے تین نوجوان بچے اس لڑائی میں کھو بیٹھا تھا
 اور آپ شامت اعمال اور کھڑے دنیا کے دیکھنے کو پیچھے رہ گیا تھا، اب ایسا شخص اگر اپنے
 بیٹوں کے انتقال کے غم میں نہ روئے تو ان کم عقلوں کی عقل پر تو روئے جنھوں نے قانونِ فدا
 کے خلاف قانون نافذ کر رکھے تھے، مگر اب کوئی روئے بھی تو کہان جا کے! کیونکہ اگر کوئی اُسے
 روتا دیکھ پائے تو اوس کی شامت آجائے، ان ظالموں کے ظلم سے تنگ اور اپنی جان سے
 لاچار بڑھا غریب شہر سے باہر چلا جاتا، اور اپنے بچوں کو یاد کر کے اپنی بسکی پر روتا، ایک دن
 ایسا واقعہ پیش آیا کہ اُسے کسی اور شخص کے رونے کی آواز آئی، اوس نے جھٹ لونڈی کو بھیجا
 کہ جا دیکھ تو سہی، کیا رونے کی عام اجازت مل گئی ہے؟ لونڈی نے واپس آ کے کہا کہ ایک بیوہ
 بسکیں کا اونٹ گم ہو گیا تھا، ہر چند اوس نے تلاش کی ہو، دستیاب نہیں ہوتا، اب بیچا رہی
 یا اس ہو کر آ بیٹھی ہو، اور اپنے بخت گم گشتہ پر رو رہی ہے۔ یہ سنکر بڑھا بے اختیار زور زور
 سے رونے لگ گیا، کہنے لگا کہ یہ کیا اندیشہ مگر یہی ہے کہ جو اونٹ چلا جائے تو رونا رہے، اور
 جو تین جوان بچے ناحق خون ہو جائیں تو اون پر آنسو بہانا بھی ناروا ہے لعنت ہو ان لوگوں پر

اور صد لعنت ان کی سمجھ پر۔

جو لوٹ اس جنگ میں ہاتھ آئی تھی، اوس کی تقسیم اس طرح پر کی گئی۔ کہ چار حصہ اوس کے نو امیران جنگ شہر کائے جنگ میں بانٹے گئے اور پانچواں نبی اللہ کی تحویل میں بیت المال کی حیثیت میں رکھا گیا تاکہ وہ اس سے مفلس محتاج کی مدد کریں، باکسی اور رفاہ عام پر جہاں آپ مناسب خیال کریں خرچ کریں، جو قیدی اس جنگ میں پکڑے گئے تھے، ان کو ابو بکرؓ کی رائے کے مطابق رہا کر دیا گیا، اگرچہ عمرؓ اس سے اختلاف رائے رکھتے تھے، حکم رانی میں شراطلہ یقین۔ کہ غریب اور ان پڑھ تو فوراً رہا کر دیئے جائیں، مگر جزیرہ دارین وہ تاوان داخل کریں، اور تعلیم یافتہ اشخاص مدینہ میں کچھ عرصہ کے لئے قیام کریں، اور مسلمان بچوں کو تعلیم دیں، بعد میں وہ بھی اپنے اپنے گھروں کو واپس جاویں، ان شراطلہ سے اسیران بہت ہی خوش ہو گئے کیونکہ یہ پہلی ہی دفعہ تھی، کہ قیدی ان جنگ کے ساتھ کسی فاتح قوم نے اسی خوش اسلوبی سے برتاؤ کیا ہو، یہاں تک پسندیدہ شلوک ان لوگوں سے مسلمانوں نے کہا، کہ ان اشخاص کو اپنا ہمان تصور کر لیا، جب کسی مسلمان کے گھر اپنے کھانے کو کافی نہ ہوتا، تو وہ خود کچھ رکھا کے گزارا کرتا، مگر ہمان کو ضرور گندم کی روٹی ہی دیتا اگر کسی مسلمان کے کہیں جانے کو کافی سواری بہم نہ آسکتی تو آپؐ پایادہ ہو جاتا مگر ہمان کو ضرور سوار کر لیتا، گویا فاتح مسلمانوں اور مغلوب مشرکوں میں کسی قسم کا امتیاز نہ رہا، اس میں احمد بن حنبلؒ اہل اسلام جتنا فخر کریں بجاہے، اور جس قدر ناز اس پر کریں زیبا ہے، یہ وہ واقعہ ہے جس کی نظیر اب تک نہیں ملتی،

ابو جہل کا گذرنا تھا، کہ اوس کی بات کی گوی پر ابوسفیان بیٹھ گیا، اوس نے قسم کھالی

احمد بن حنبلؒ

کہ میں جب تک جنگ بدر کا انتقام محمدؐ سے نہ لے لوں گا، نہ عورت سے صحبت کروں گا، نہ سر میں
تیل ملوں گا، وہ اس طرح کی شیخیان ضرور لوگوں میں بکھارتا رہتا تھا، گرسائے نسل کے مقابلہ
کی تاب نہ لاسکتا تھا، ایک دن اس نے سوچا کہ قسم تو میں کھا بیٹھا ہوں، اب جب تک کوئی
جیلہ بان نہ کروں، لوگوں کے سامنے منہ کیسے لاؤں، اس نے کیا کیا کہ ایک روز مدینہ کے
قرب وجہار میں چپ کے سے ایک دستہ آدمیوں کا ساتھ لیکر چلا گیا، وہاں ایک آدھ مسلمان کو
ادنی کے گھر میں ہی مار آیا۔ اور ایک آدھ گھر کو آگ بھی لگا آیا، اور بھاگ کے نکل آیا، بھاگ بھی
ایسے جیسے رات کو چور بھاگتے ہیں، بوریان ستو کی راستہ میں ہی پھینک آیا، کیونکہ اون کے
سمیت بھاگنا اُسے دشوار ہو گیا تھا یہ توجہ افروسی تھی جس پر وہ دن رات تینیں اکٹھا آتا تھا،
اور انتقام کے لیے دانت پسیا کرتا تھا،

آنحضرت صلعم کی حالت اب اس طرح تھی، جیسے ایک فرمانروا کی اپنے ملک میں ہوا کرتی ہو،
کبھی ایک گروہ نواح کی اقوام سے اقرار نامہ و عہد نامہ بھی اب ہونے لگ گئے، بعض سے موافقت پیدا
ہو گئی، اگر بعض سے ناموافقت بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی جا رہی تھی۔ آپ اگرچہ حق و انصاف سے تجاوز
کرنا خواہ معاملہ نہ ہی ہوا، مگر خلافت ایمان سمجھتے تھے، گرجا مسیحیوں کو بھی تو قہذا ہے ہی کی زمین پر
رہنا ہی، یہ بھی تو سرِ جگہ موجود ہی ہوا کرتے ہیں، کہاں تک انسان ان سے بچے، مدینہ کے نزدیک
ایک یہود قوم بستی تھی، ان میں حسد کی ایسی آگ بھڑکی کہ یہ آپکا حاکم مدینہ ہو جانا اور کہہ والوں کو
شکست دینا برداشت نہ کر سکے، ان کو یہ فکر لگا کہ اگر مسلمانوں کا اقتدار اسی طرح بڑھتا گیا، تو
یہ ہم کو بھی تنگ کر دیں گے، ابھی سے انکا فیصلہ کرو، اور یہ خروشہ دور کرو، اس نیت سے انھوں نے

اندھرا اندھلیاری جنگ کی شروع کر دی، مسلمانوں کا انتظام اب بڑا پسندیدہ تھا، ان کو
 خبر لگ گئی، کہ دوسری طرف کیا ہو رہا ہے، انھوں نے پیش بندی کی اور آنحضرت صلعم (۷۵۰)
 آدمی لیکر فوراً میدان میں نکل آئے، یہودیہ و کھلکڑ بہت کھا گئے اور ہارٹون میں جا چکے، اور
 اندھرا مسلمان بے فکر ہو کر بیٹھ گئے، اور اپنے کھانے پکانے میں لگ گئے، ایک یہودی نے جو کسی
 اونچی جگہ گھات لگا کر بیٹھا تھا، آنحضرت صلعم کو اکیلا جو دیکھا، تو موقع کو غنیمت جانا، فوراً پہاڑی
 سے اتر اور بے پاؤں کہ آہٹ نہ ہو آپ کے سر پر آکر ڈال دیا، اور تلوار الف کر کے کہنے لگا
 کہ ارے محمد! اب بول۔ تیرا وقت اخیر آ گیا ہے، کون ہے تیرا بچانے والا، آپ بہت کے
 میدان میں ذرا جو کے اور متانت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ وہ ہے میرا بچانے والا
 جس نے مجھے اور تجھے بنایا ہے، وہ ہے جو میری اور تیری جان لگیا، وہ میرا محافظ، تو ہے کون !
 کچھ ایسا رعب اوس پریشکر طاری ہوا۔ کہ اوس کا ہاتھ لرزش کھا گیا، اور تلوار اوس کے ہاتھ سے
 گر پڑی، آنحضرت صلعم نے فوراً پکڑ لی اور ویسے ہی ہاتھ میں اٹھا کر اوس سے مخاطب ہو کر کہا،
 کہ اب تو بول، تیرا بچانے والا کون ہے، بچا رہا جو بک کے سہم کے جہان کا جہان تھا وہیں
 رہ گیا، اور آہستہ سے آنکھیں نیچی کیے کہنے لگا، ”اجی میرا بچا قطیفہاں کون ہے“ آنحضرت صلعم
 نے کہا، کہ میرا بچانے والا وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسول کو بچایا ہے، ”اللہ دان لا الہ
 الا اللہ محمد رسول اللہ“ اس کے علاوہ اور کوئی واقعہ اس جنگ میں پیش نہیں آیا، نہ لڑائی
 ہی لڑی گئی، اور نہ کوئی مال متاع ہی کسی کے ہاتھ لگا،

قریش جنگ بدر میں شکست کھا کر ایسے نادوم و شرمندہ ہوئے تھے، کہ سر سامنے نہ آ سکتا

سکتے تھے، مگر اندر ہی اندر دن رات طیاروں میں لگے رہتے تھے، واپس کہ جاتے ہی انھوں نے
 یہ ٹھکانہ ہی تھی، کہ بدلہ ضرور لینے، ہر وقت غصہ سے دانت پسیا کرتے تھے، انتقامِ ادن کی سرشت
 میں تھا، اور کینہِ ادن کی نطرت میں سرور اور اوسفیاء کی بیوی ایک بڑی بدینت عورت تھی،
 وہ ہر وقت اپنے خاوند کو اور اس کے ہم نشینوں کو بڑا بھلا کہتی رہتی تھی، اور طعن و تشنیع کیا کرتی
 تھی، کہ اے بے غیرت لوگو میرے باپ اور بھائی تو مارے جاویں اور تم تنہ دیکھا کرو، تم مردوں
 تو ہم عورتیں زیادہ مستعد ہیں، اور ہم کو بدرجہا زیادہ غیرت ہے، چلو، جو تم خائف مسلمانوں کے ہو،
 تو ہم تمہارے ساتھ چلیں گے اور پہلو بہ پہلو لڑیں گے، وہ اکثر اس طرح طیش دلاتی رہتی تھی، عورت
 کی یہ گفتگو سنکر مردوں کے خون نے بھی جوش مارا، اور (۳۰۰۰) آدمی سامانِ حرب سے آراستہ
 اور نشہ جنگ سے ہوش و حواس باختہ مسلمانوں کے چیرنے پھاڑنے کو نکل پڑے، اُدھر
 مسلمان پچارے شامت کے مارے (۷۰۰) آدمی لیکر مقابلہ کو آئے، اور دامنِ اُحد میں آ
 ٹھہرے، رات دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ جم گئے صبح ہوتے ہی دونوں جانب سے دھاوا
 ہو گیا اور ایسی گھمسان کی لڑائی مچی کہ اپنے بیکانے کی خبر نہ رہی، جو جس کے ہاتھ چڑھاؤنے
 کاٹ ڈالا، اور پل کے پل میں کھیت کر دیا، حمزہ شہید ہو گئے، آنحضرت صلعم خود زخمی ہو گئے
 غیر تلوار ہر دو کی چوٹ آئی، اور ایک شدید ضربِ دُرِ دندان نے بھی کھائی، مسلمانوں کا
 علم بردار بھی مارا گیا اور ان کی صفوں میں شدت کا شور شراب مچ گیا، علم بردار کی شکل
 شبابیت کچھ کچھ رسول اللہ صلعم سے ملتی جلتی تھی، اوس کے مارے جانے پر یہ بھی خیر اڑ گئی،
 کہ آپ شہید ہو گئے، یہ خبر اُڑتی تھی کہ تھام لشکر کا دل ٹوٹ گیا، اور کھل بی چم گئی،

مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، دشمن کی بن آئی اور مسلمان نقصان میں رہے، کفار قریش نے
 اب اپنا منہ سیدہ عاتکہ کو کھلایا، مگر فوراً ہی مسلمان بھی گھر پہنچ گئے۔ عبد کفار کو
 اب علم بھی ہو گیا تھا، کہ آنحضرت صلعم حیات ہیں، وہ علم بردار تھا، جو شہید ہوا، اس سے
 وہ دل شکستہ ہو گئے، اور وہاں سے نکلے، مکہ کی عورتوں نے اس لڑائی میں بڑا حصہ لیا،
 جنگ بدر کے مقتولوں پر مرنے پر ہمتی تھیں اور لڑائی سے منہ موڑنے والوں پر تبرا بولتی
 تھیں، سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی شریک تھی، ہندہ بڑی کینہ جو عورت تھی، باب
 اور بھائی کے قتل کا انتقام اوس نے دل میں برابر رکھا، ایسی شہر کینہ تھی، کہ جب تک اس نے
 حضرت حمزہؓ کی لاش کو دھو نہ دھ کر اوکا پیٹ چاک کر کے اور اوکا کلیجہ نکال کے اپنے دانتوں
 چبانے لیا، تب تک اس کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا، اور پھر اس دانت نے اس پر بھی اتقانا کی،
 اونکے کان اور ناک بھی کتر ڈالے، آنحضرت صلعم نے جب اپنے چچا کی نقش کا یہ حال دیکھا
 تو سینے پر سانپ سالونے لگ گیا، آپ اگر چاہتے تو کفار قریش کی تمام لاشوں کا یہی حال کر دکھاتے
 مگر خدا کا رسول اور انتقام کا اصول، حریف سے بدل لینا اور دشمن تک نہ لانا یہ اوس
 پاک سرشت اور نیک اصل سے بہت بعید تھا، دل پر بڑا قلع پیدا ہوا، مگر بدداشت
 کر گئے،

مسلمانوں کو دم لینا کمان نصیب میں لکھا تھا، بمشکل چند ہی دن گزرے ہوئے تھے، سردار عاتکہ

قبیلہ بنی المصطلق کا سردار چڑھ آیا، مگر مسلمان اوس سے ایسے جان توڑ کر لڑے کہ اسے

بھاگتے بنی، لوٹ کا مال جہان کے ہاتھ چڑھا، اوس میں دو سو نفر، ایک ہزار اونٹ،

اور پانچ ہزار بھیر بھیتین، ان نو گرفتاران بلا میں سردار کی بیٹی جویریہ بھی تھی مال غنیمت کا جو
بٹا تو وہ لڑکی سپاہی بچہ کے ہاتھ آگئی، لڑکی چچا پر سی گھبرائی اور اس نے سپاہی سے بڑی منت
دزاری کی، آخر اس نے اس بات پر راضی کر لیا کہ اگر اس کو معقول رقم تادان دے دیا جائے
تو وہ اس لڑکی کی خلاصی کر دے گا، مگر اب سوال تو یہ درپیش تھا کہ کون یہ مالی امداد دے،
لڑکی کے بھاگ جو جاگے اور اس کی نیک ساعت جو آئی تو یہ خبر اڑتے اڑتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پہنچ گئی، سپاہی سے حکماً آزاد کرانا تو خلافت آئین تھا، کیونکہ یہ مال اس کا ہو چکا تھا، آپ نے
اپنی گروہ سے رقم تادان سپاہی کو ادا کر دی، اور لڑکی کو آزاد کرادیا، اند ایک ستر تھی کے ساتھ اسکو
آپ نے ان باپ کے پاس روانہ کر دیا، اتفاق ایسا ہوا کہ ادمر تو اس کاروانہ میں ہوتا تھا اور ادمر
جویریہ کا باپ بہت ساز و جواہر لیکر خود مدینہ آ پہنچا کہ جو کچھ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگیں نذر
کردن اور اپنی بیٹی کی بند خلاصی کر اؤں، وہاں جو پہنچا اور اپنی بیٹی کی آزادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اپنی گروہ سے تادان کی ادائیگی کا حال جو سنا۔ تو حیران ہو گیا، کہنے لگا۔ مسلمان کمان اور یہ مرغوب
اخلاق کمان، اُسے کیا خبر تھی کہ اسلام کی بنیاد خلق پر ہو، سردار اس واقعہ سے ایسا متاثر ہوا
کہ معہ خویش و اقارب مسلمان ہو گیا، ساتھ ہی اس نے یہ بھی عرض گذرانی کہ میری بیٹی جویریہ کو
آپ زوجیت میں قبول کریں، آپ ابھی سوچ بچار ہی تھے کہ اسے کیا جواب دیا جائے، کہ اتنے میں
یہ بات اڑ گئی اور لشکر دین تک پہنچ گئی، اونھوں نے باہمی مکر یہ عہد کر لیا، کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جویریہ کو زوجیت میں قبول کر لینگے، تو ہم اپنے اپنے غلام رہا کر دیں گے، وجہ یہ تھی کہ بڑی تعداد
اون غلاموں کی جو اس جنگ میں اسیر ہوئے تھے جویریہ کی قوم و قبیلہ کے لوگوں کی تھی،

اور نبی اللہ کی محبت و ادب مانع تھے، کہ آپ کی منکوحہ کے رشتہ داران آپ کے لشکر یون کے پاس غلام رہیں، آنحضرت صلی علیہ وسلم نے جب یہ سنا کہ میری اس شادی سے ایک مدد مند گان خدا بندگی کی بند سے آزاد ہو کر اپنا پیدائشی حق آزادی پھر حاصل کر لینگے، تو آپ کو تجویز شادی منظور کرنے میں پھر دلچسپی تامل نہ رہا، نکاح جویریہ کا آنحضرت صلی علیہ وسلم سے ہو گیا، رنگین مولا کے رنگ بھی عجیب ہیں کہان سرور کی لڑکی سے کنیز نک کیا، اور کہان اب کنیزک سے کشور عالم کی ملک بنا کر بٹھادیا،

البر سفیان کو اب پہلی لڑائی سے ایک سال کا وقفہ مل چکا تھا، اب اوس نے اپنی تیاری جنگ خندق ہمہ وجہ مکمل کر لی، اب کے وہ (۶۰۰۰) قریش اور (۶۰۰۰) یہود و مکہ مدینہ پر چڑھ آیا مسلمان اتنا ڈبی دل لشکر آتا سنو گھبرا اٹھے، لگے ملاح مشورہ کرنے اور تدبیر کے گھوڑے دوڑانے، مسلمانوں میں ہر ہنر کو یکساں اختیار اظہار رائے کا ہوا کرتا تھا، اور احمدی آئین کا یہی اصولہ حسنہ تھا، ان میں ایک شخص سلمان فارسی موجود تھا، وہ کہنے لگا کہ ہماری جمعیت بہت قلیل ہے اور ہم میدان میں نکل کر سامنے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتے، اب ہمارے لیے اسوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم کہیں پناہ گزین ہو جائیں، حرلیف کا لشکر عظیم الشان ہو اور ہم مسلمان بے سرو سامان ہوں، اگر مدینہ میں مقابلہ ہو گیا، تو نہ صرف ہم ہی اسے جائیں گے، بلکہ ہمارے بال بچے بھی ساتھ ہی تباہ ہو جائیں گے، جویریہ سنو تو مدینہ کے نزدیک ہی جو یہاڑی سلع نام ہے، اس کے واسطے امن میں چل بیٹھو، اور اپنے سامنے ایک کھائی گہری کھودو، پھر وہ کہیں کے جو اللہ کرے، آپ نے یہ تجویز پسند کی اور سبھا علیہ السلام نے بھی، مسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی لگ رہا تھا کہ کفار کہیں شہر مدینہ پر ہی نہ حملہ آور ہو جائیں، اسلئے انھوں نے یہ پیش بندی کی، کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں

بٹھا دیا اور ضروری سامان اون کے حوالہ کر دیا، کہ آٹے وقت پر وہ شہر کی اور اپنی حفاظت
 کر سکیں اور آپ توکل بافتدین ہزار (۳۰۰۰) آدمی کی جماعت لیکر وامن کوہ میں چلے آئے
 یہاں پہنچتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فی الفور پانچ گز چوڑی اور پانچ ہی گز گہری خندق
 کھودنی شروع کر دی جائے، اور جب تک کہ ختم نہ ہو لے کوئی آرام نہ لے، جب آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے کھدائی کر رہے تھے تو سپاہ کا تو پھر کیا حال ہو گا۔ اور ہاتھوں میں
 آٹے پڑ گئے، اور کھدائی کے لیے جھکے جھکے کر مین ٹوٹنے لگیں، اور ہر ساعت غنیم کا ڈرو میں گر
 کہ پہنچا کہ پہنچا۔ اب آیا کہ آیا، غنیم بھی وہ دشمن جان جو دس ہزار جرار سپاہ لے ہر ساز سے تیار
 اور ہر سامان سے آراستہ برابر چڑھا آ رہا ہو، اور بلا وجہ دہلا عذر آدہ قسا و ہونہ او سے
 و ہرم کی ہونہ ایمان کی، نہ خدا کی نہ خدا کے رسول کی بس دل میں اک حسد کی آگ رکھتا ہو
 اور سینہ میں کینہ، ایسے بدشعار و بداندیش دشمن سے مقابلہ، خدا پناہ و سے اور ہر بچارے مسلمانوں کا
 یہ حال تھا، کہ نہ تو ان کے پاس کافی سامان جنگ ہی تھا، اور نہ کھانے پینے کا کوئی رنگ و ڈھنگ،
 اور اپنی جان پہن آئی تھی، اور مدینہ میں بال بچہ کی تباہی کا ڈر، مگر باوجود ان سب کالیف کے
 یہ خدا کی پیار سی اور محمد کے نام پہ واری سپاہ برابر ڈٹی رہی، جب تک کہ خندق نہ طیار ہو گئی
 اتنے میں دشمن بھی اپنا لاؤ لشکر لیکر سر پہ چڑھ آیا، اور دونوں لشکر خندق کے آس پاس جم گئے،
 تیر فنگ دونوں جانب سے چلتے رہے اور اینٹ پتھر سے دور یہ مقابلہ ہوتے رہے، مسلمانوں کو
 خندق نے بڑا کام دیا، خندق میں کوئی اترائیں اور مسلمانوں نے اس کی سرکوبی پھروان سے
 کی نہیں، ایک تو اس خندق نے غنیم کے راستہ میں ایک بڑی کٹمن منزل ڈال رکھی تھی،

دوسرے مسلمانوں کی خوش نصیبی سے قریش اور یہود میں باہمی تفرقہ پڑ گیا، اور ایک دوسرے سے اعتبار اٹھ گیا، دل دشمن کا تو اسی سے ٹوٹ گیا تھا، مگر اس پر اضافہ یہ بھی ہو گیا، کہ رات کو زبردست آندھی چلی، اور ساتھ ہی بارش بھی گھٹا باندھ کے آہنچی، ایسا موسلا دھار مینہ برسا کہ ڈیرے خیمے غنیم کے سب اکٹڑ گئے، اور سب سلسلہ درہم برہم ہو گیا، بد انتظامی تو آگے ہی وطن موجود تھی بد قسمتی اور بدتر ہو گئی اور دشمن کو بھاتے بنی، سردار لشکر ابوسفیان بھائیوں کا بھی سردار ہی رہا، جو بھاتے دکھائی دیئے اور سب میں اول وہ تھا مسلمان خوشی خوشی گھروٹ آئے، اگرچہ مال و متاع ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا، مگر جان بچی لاکھوں پائے،

عند اس

مسلمانوں کو اپنے باپ دادا کا سکھن چھوڑے اب سا لہا سال گزر چکے تھے، اور ان کے دل میں ایک دردِ وطن، اور محبت کرنے اور ان کے من کو اگھیرا، ساتھ ہی انہیں زیارتِ حرم کا اشتیاق حد سے بڑھا جاتا تھا، مسلمان کہتے تھے، کہ یا اللہ یہ کیا ظلم ہے، کہ اور قوموں کے لوگ تو اپنے معبود کو جب چاہیں بلا روک ٹوک آئیں جائیں، مگر ایک ہم ہیں جن پر نہ صرف طوافِ کعبہ بند ہے، بلکہ مکہ معظمہ کا داخلہ بھی منع ہے، مسلمان اب بہت تنگ آ گئے۔ اور زیادہ زیادتی کہ والدین کی برداشت نہ کر سکے، انھوں نے قطعی فیصلہ کر لیا، کہ خواہ کچھ بھی ہو اب ہم ضرور زیارت کو جائیں گے، اور طیار یا ن شرویع کو دین، چنانچہ روز مقررہ کو آنحضرتِ معلّم (ﷺ) آدمی زیارت کے لئے ساتھ لے کر مکہ کے رخ فرما رہے ہو پڑے اور اپنے ساتھ (۱۰۰) اونٹ بھی قربانی کے لئے لے لے، یہ تمام لوگ نکلتے تھے، آج کا حکم تھا کہ کوئی تکلیف

ہستیار بھی ساتھ نہ لے جائے، مبادا مکہ والوں کو ہم پر لڑائی کا شبہ گذر جائے، مگر وہ ایسے
 سختی تھے کہ وہاں کسی کے شک و لائے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، اونھوں نے مسلمانوں کا
 نام ہی سنا تو کرین باندھ لیں اور لڑائی کی ٹھان لی، آنحضرت صلعم کہ سے ایک منزل اور
 ہی تھے، کہ کیفیت کفار کی آپ نے سن لی، اور وہیں ٹھہر گئے، وہاں سے ایک قاصد مکہ کو
 روانہ کیا کہ اون کو جا کے سبھائے، کہ بھائی ہم کو غرض صرف طواف سے ہر اور زیارت سے
 جو ہمارے کوئی نیت لڑائی جھگڑے کی ہوتی، تو ہم اجازت تھے کہ بغیر ہتھیار اور سامان کے ہم
 نیکے چلے آتے، تم اپنا آدمی بھیجو اور اپنی تسفی کر لو، کہ ہمارا بیان یہ صحیح ہو یا غلط، مگر مکہ والے
 بھلا کہاں ان باتوں کو مانتے تھے، اونھوں نے ایک نہ سنی، اور یہی کہا کہ ہمارے ساتھ پہلے
 یا عابطہ عہد نامہ کرو، اور پھر ہم اندر آنے دیجئے، چنانچہ باہمی شرائط تجویز ہوتی رہیں، اخیر
 فیصلہ مفصلہ ذیل شرطوں پر ٹھہرا کہ (۱) اس سال تو مسلمان واپس چلے جائیں، البتہ اگر
 آئندہ سال آئیگئے تو اجازت زیارت کی دی جائے گی، (۲) تین سوز سے زیادہ مکہ میں
 قیام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (۳) اسلحہ ساتھ لانے کی سخت مانعت ہوگی، (۴) اگر کوئی
 شخص مکہ والوں کا بلا اون کی اجازت کے مسلمانوں کی طرف چلا جائے گا تو مسلمانوں کو
 اسے فوراً واپس کرنا ہوگا، لیکن اگر کوئی مسلمان بھاگ کر کہ میں آجائے تو مکہ والوں پر
 اس کی واپسی فرض نہ ہوگی (۵) دس سال تک کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ
 نہ کرے گا، (۶) قریش مسلمانوں کے ہم عہدوں سے مزاحم نہ ہوں گے، اور نہ قریش کے
 عیون سے مسلمان مزاحم ہوں۔

مسلمانوں کی بڑی تعداد اس امر کے خلاف تھی۔ کہ ایسے عہد نامہ پر دستخط کے جائیں
 وہ کہتے تھے کہ ان شرائط کی قبولیت میں ہماری ہنسی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کو سبھایا، کہ بھائی
 کیا تم کو شک ہو کہ کوئی مسلمان ہم سے بھاگ کر وہاں چلا جائیگا؟ سب یک زبان ہو کر کہنے لگے
 کہ نہیں، ہرگز نہیں، تو آپ نے فرمایا، اگر اونکا کوئی آدمی بھاگ کر ہمارے ہاں چلا آئے تو
 وہ ہمارے کس کام کا ہو، ہم کو اس سے پاس رکھنے کی کچھ ضرورت ہو؟ سب کہنے لگے۔ کوئی
 نہیں، اس پر آپ نے فرمایا۔ تو پھر کیا ہرج و مرج ان شرائط کے مان لینے میں ہے۔ باقی شرائط پر
 ہم پہلے ہی سے کاربند ہیں، ہتھیار ہم لائے ہیں اور نہ آئندہ لائیں گے، ہماری نیت صاف ہو،
 ہم صرف زیارت حرم کے لئے آئیں گے، نہ کہ لڑائی کے لئے، ایسا ہی تین دن والی شرطیں بھی
 کچھ نقص نہیں، ہمارے لئے تین پہر بھی کافی ہیں، ہم مسلمان ہیں، ہم شرارت پسند نہیں کرتے،
 اگر یہ عہد نامہ نہ لکھا گیا، تو فساد بڑھے گا، اور نوبت لڑائی تک جا پہنچے گی، اے مسلمانو! بغفلت
 خدا کا خون ہوگا، یہی مناسب ہو کہ سب رضامندی اس پر ظاہر کر دے، سب نے آمین کہی
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستخط اپنے ثبت کر دیئے، اور مسلمان بلا زیارت بلا داخلہ مکہ و ایس
 مدینہ پہلے آئے،

اب حجاز میں شجر اسلام جڑ پکڑ گیا تھا، اور یہ اندیشہ دل سے دور ہو گیا تھا کہ اسے
 قریش کی آندھی یا یہود کا طوفان کوئی نقصان پہنچا سکے، چونکہ یہ اطمینان قوی ہو چکا تھا، اب
 آپ نے توجہ مبارک باہر کے ممالک کی طرف مبذول فرمائی۔ آپ اللہ کا پیغام لائے تھے، اسلئے
 یہ لازم تھا کہ وہ پیغام بری کیجاتی اور پیغام اچھی کی خبر نلک بہ نلک پہنچائی جاتی، اس حکم

اتھی کی تعمیل میں آپ نے دعوتِ اسلام کے خطوطِ عرب کے ارگرد ممالک میں شایانِ وقت کو اپنے ایلچیوں کی معرفت روانہ کئے، مہر پر محمد رسول اللہؐ "نقش تھا، آپ کے سفیر حبشہ - ایران - روم، شام اور مصر میں پیغمبری پر روانہ کئے پہنچے، تحریر صاف تھی، اور ذہن نشین دلیرانہ۔ ایسی تھی جیسے کہ ایک نبی اللہ کی شایان کے شایان ہو، "بیچنے والا اس خط کا محمد جو خدا کا بندہ ہو اور خدا کا رسول ہو۔ بنام شاہ۔ ملک فلان۔ والی فلان۔ واضح ہو کہ سب خلقت خدا کی ہی، تم بندہ اوس کے ہو۔ میں تم کو اوس کی طرف راغب کرتا ہوں، اوس پر ایمان لاؤ اور عاقبت کا نفع اٹھاؤ".....

نجاشی بادشاہ حبشہ نے توجیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر سنا تھا، تب ہی سے اسلام قبول کر لیا تھا، مگر اب اوس نے علانیہ اپنا اسلام قبول کرنا سب کے سامنے تسلیم کر لیا۔ شاہ روم نے بھی محمدؐ کی سفارت کی بڑی عزت کی اور تحفہ تحائف دیکر واپس کیا، دل سے اسلام اوس نے بھی قبول کر لیا، مگر دائین بائیں اوس کے عیسائی ہی عیسائی تھے، وہ یہ جرات اوس وقت نہ کر سکا کہ لوگوں میں بر لا اعلان کر دے، کیونکہ اُسے یہ اندیشہ تھا کہ میرے مسلمان ہو جانے سے مبادا میری سلطنت میں فتور بیج جائے، شاہ ایران البتہ سفیر سے اچھی طرح پیش نہ آیا، مگر خدا نے اُسے جلدی ہی سزا بھی اس کی دیدی،

یہود اب پھر سر اٹھانے لگے، اور مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑا، انھوں نے شروع کر دی یہاں تک کہ اندر ہی اندر ایک بھاری لشکر کو اکٹرا کر نے کا ساز و سامان انھوں نے ہیا کر لیا اور سب انتظام مکمل کر لیا، ایسی چال چلے کہ مسلمانوں کو پتہ ہی نہ لگا کہ کیا ساز باز اور مہم ہوا ہے

یہاں تک کہ اس سازش میں چند قبیلے لگے بھی شامل کر لئے، اور یہ عہد کر لیا۔ کہ جو کچھ بھی ہو ایک دفعہ مسلمانوں کا قلع قمع ضرور کیا جائے تاکہ یہ آسے دن کا خدشہ مٹ جائے، مگر اتفاقاً حسنہ ایسا پیش آیا کہ ان کو خبر لگ گئی کہ یہودی تو ہماری جنگی کے درپے ہیں، بس پھر تو کیا تھا مسلمانوں نے پیش بندی کی اور (۱۸۰۰ء) آدمی کا لشکر ان کے قلعوں پر چڑھ آئے، اور یکے بعد دیگرے سب ہی تسخیر کر لئے، صرف ایک قلعہ خیرہ گیا یہ ایک بڑی بھاری مرکز سی پناہ غنیم کی تھی، یہودیوں نے تفصیل قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ گئے، دونوں لشکر اندر باہر جم گئے اور لڑائی کے لئے تلے رہے، کوئی ایک دوسرے کا اکیلا دواکیلا آدمی جو ہاتھ چڑھ جاتا تو وہ کچ کے تہ جاتا، مگر ویسے آمنے سامنے نکل کے ہتھ نہ ہوا مسلمان چاہتے تھے کہ کمین یہ فیصلہ ہوا اور ہم لوگ واپس گھروں کو جائیں، مگر یہودی اس طرح لڑائی لڑنے سے کتراتے تھے، اتنے میں حضرت علیؑ جو پہلے سبب علالت طبع لشکر کے ساتھ نہ آ سکے تھے، اب آئے، آنحضرت صلعم ان کو دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوئے طبیعت علیؑ کی اگرچہ ابھی بدستور نا درست ہی تھی، مگر آپ کا رخ جو ادھر دیکھا تو انھوں نے فوراً زرہ بکتر لگائی، ہتھیار باندھ لیئے۔ تیر تر کش چڑھائی۔ اور سُرُخ لباس پہن اشد اکبر اشد اکبر کہتے اترے میدان میں، جب علیؑ قلعہ کے دروازہ کے نیچے پہنچے تو اوپر سے سروا قلعہ کا بھائی خود مقابلہ کو نکل آیا، اور حضرت علیؑ سے اوس کی مُٹ بھیڑی ہو گئی، کچھ دیر تو وہ دوڑتا رہا، مگر آخر اوس نے ایسی منہ کی کھائی کہ اوس کی جان ہوا ہو گئی اور قلعہ کے آگے لشکر کے سامنے ڈھیر ہو کر گر پڑا، سروا قلعہ نے جیب بھائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے

اس طرح لڑتا کرتا مڑتا دیکھا، تو اوس کے خون نے جوش مارا، چمک اٹھا، اور لشکر لیکر خود
 باہر نکل آکھڑا ہوا اور لاکڑا کہہ کر نکلو، حضرت علیؓ پھر بڑے اور دونوں بالموافقہ نکل
 مین نکل آئے، سردار بڑا تو می ہیکل جوان تھا، اسپر ایک توشہ پہنکری سر میں رکھتا تھا،
 دوسرے بھائی کے خون کا انتقام دل میں بڑی آں بان سے نکلا، اور ول توڑ کر مقابلہ
 کیا، مگر یہ دھرم بھی شیر خدا تھے اور ہاتھ میں ذوالفقار، ایسی تلوار چلائی کہ سردار مرحب کو
 سر سے پاؤں تک آرسے کی طرح چیرتی پھاڑتی وہ برابر ٹکڑوں میں کاٹ گئی، بس یہ دیکھتا
 تھا کہ مرحب کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا، سب نے بھاگنے کی کی، اور دوڑ کر قلعہ میں داخل ہو
 دروازہ قلعہ بند کر لیا، اور دھرم سے حضرت علیؓ نے دھاوا بول دیا، مسلمانوں نے بڑے زور
 شور سے تعاقب کیا، اور دروازہ قلعہ توڑ کے اندر جا گئے، علیؓ نے بڑے نمایان جوہر
 اس جنگ میں دکھائے، اور بڑا نام پایا، دروازہ اکھیر پھٹنے میں اونھوں نے وہ زور
 باز دیکھا کہ تمام سپاہ دنگ ہو گئی، اور عش عش کرنے لگی، یہود نے اپنے فعل سے پشیمانی
 ظاہر کی اور معافی کی التجا کی، آنحضرت معلّم نے سب کو یک قلم معاف کر دیا، اور ساتھی
 یہ بھی کہا کہ جو مذہب تم کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور جو دین تم کو تسلی قلب بخشا ہے، اختیار
 کرو، اسلام کسی پر جبر نہیں سکھاتا، اور نہ قرآن کسی پر سختی کی تعلیم دیتا ہے، مگر میں
 تم کو اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ میں پیغمبر خدا ہوں اور پیغام حق لایا ہوں، اسے
 سنو اور عاقبت کا نفع اٹھاؤ، ذات حق کو پہچانو اور یاد رکھو کہ اوس کا کوئی
 شریک نہیں ہے، لا الہ الا اللہ

مالک الملک لا شریک لہ	وحدہ لا آلہ الا ہو
عاشقان جانِ دل تیار کسند	بردہ لا آلہ الا ہو
صوفیانِ گزشت می طلبند	ذکرِ شانِ لا آلہ الا ہو
باغبانِ ندیم لم یزلی	صفتش لا آلہ الا ہو
طوقِ لغت نگند برابیس	حیرتش لا آلہ الا ہو
مومنانِ رانعم شدر وزسہ	برکتش لا آلہ الا ہو
خوش درختے است در میانِ چن	میوہ اش لا آلہ الا ہو
شمس تبریز گر خدا طلبی	خوش بخوان لا آلہ الا ہو

خبر کی لڑائی میں زینب نام ایک عورت کے چند ایک لواحق مارے گئے تھے۔
 اوس کے دل میں یہ غصہ بھرا تھا اور وہ دل ہی دل میں زہراؑ کو مکتی رہتی تھی، ایک دن
 اوس نے موقع جو پایا، تو آپ کے کھانے میں زہراؑ کو بلا دیا، جب آپ نے کھانا کھانا شروع
 کیا، اور ابھی ایک آدھ لقمہ ہی کھایا ہوگا۔ کہ واقعہ بہت بد مزہ معلوم ہوا، آپ نے ہاتھ
 کھانے سے اٹھا لیا، اور اصحاب کو بھی حکم دیدیا کہ اسے کوئی نہ کھائے، جب تحقیقات کی گئی،
 تو معلوم ہوا کہ اس میں زینب نے زہراؑ کو بلا دیا تھا، زینب بلائی گئی اور اوس سے دریافت
 کیا اُس نے اقبال کر لیا، کہ میں نے زہراؑ کو ضرور بلایا، اور وجہ اس حرکت کی یہ بتائی، کہ
 میں یہ سوچا تھا کہ اگر محمدؐ واقعی پیغمبر ہے، تو اسے ہر کا پتہ لگ جائے گا، اور اگر میرا وار
 چل گیا تو میرے بھائی جندون کے خون کا بدلہ لے لیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ

زینب کا آغوش
کو زہراؑ

انہما زینب کا سنا تو اوس کی خطا و گزر کردی اور قطعی معافی دیدی، اگرچہ اس نے ہر کانٹا تمام عمر آپ کے جسم میں موجود رہا اور بارہا شکایت تکلیف کی زبان پر لاتے، مگر زینب کو زبان سے اُن تک نہ کہتے،

ان ہی دنوں میں آنحضرت معلّم نے ایک مراسلہ بادشاہ غسان کو لکھا، اور اسلام کی دعوت بھیجی، اوس نے اسلام کا چرچا اور آپ کی رسالت کا تذکرہ پہلے بھی کچھ سنا تھا، سن کر پیچھے پر زیادہ ہی متاثر ہوا، اور اسلام قبول کر لیا، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا، کہ اس بادشاہ نے اپنی شاہی کے نشہ میں اور طیش کی حالت میں ایک بیکس مسلمان کو ایک طمانچہ مار دیا، عمرؓ نے حکم دیا کہ جب تو اسے راضی نہ کرے گا، یہ گناہ تیری گردن پر رہے گا، اور تیرے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جاوے گا، جیسا کہ تو نے اس عاجز کے ساتھ کیا ہے، تو بیشک بادشاہ ہی، مگر اسلام کی نگاہ میں تو مرتکب جرم ہے، اور قابل سزا ہے، بادشاہ بڑا جھنجھلایا اور کہنے لگا کہ یہ اسلام بھی کیا غضب ڈھاتا ہے، میں حاکم کیا ہوا۔ جو مجھے ایک طمانچہ مارنے کا اختیار بھی اپنی رعیت پر نہ ہوا، یہ عجیب نوع کی مسلمانی ہے، کچھوٹے بڑے میں کوئی امتیاز ہی نہ رکھا جائے، اور حاکم و محکوم میں تفریق ہی اڑ جائے، عمرؓ نے کہا کہ اسلام اخلاق اور انصاف پر مبنی ہے، یہاں شاہ و گدا کا درجہ اس لحاظ سے برابر ہے، بادشاہ بڑا گھبرایا، اور سوچنے لگا، کہ اب اگر میں مرتد ہو جاؤں، تب بھی خلاصی نہیں اور جو مسلمان رہوں تو یہ میری تو قیر ہے، اب میرا کسی طرح چٹکا رانہیں، میں نے چھوڑا ان کا اسلام اور ساتھ ہی اپنی سلطنت کا انتظام، بھاگ کے ملک شام کو چلا گیا، روایت ہے، کہ موت سے پہلے پھر

مسلمان ہو گیا،

اب عہد نامہ حدیبیہ لکھے سال ہو چکا تھا، مسلمان اس نئے زیارت کے لیے کہ آئے تین
 دن قیام کیا اور رسم رسوم بجالائے، مگر زیارت کے لئے آنا مسلمانوں کا ایک ایسا پیدائشی حق تھا
 جیسا کہ اور قوموں اور قبیلوں کا تھا، مگر شرکان کہ ایک غایت درجہ تند خو آدمی تھے اور ہر وقت
 حیل و حجت پرتے رہتے تھے، اور کوئی نہ کوئی بات سامنے رکھ کر فتنہ و فساد برپا وہ ہو جاتے تھے،
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بڑا غصہ سمجھا کہ بغیر لڑائی و خونریزی مسلمانوں کو کعبہ کا منہ دیکھنا نصیب
 ہو رہے، اس اظہارِ شکوکہ اسی کی خاطر آپ نے مکہ والوں سے التجا کی کہ وہ آپ کی ضیافت
 منظور کریں، آپ نے سوچا کہ اس سے ایک تو آئندہ راہ و رسم باہمی پسندیدہ ہو جائیگی علاوہ
 اس کے کہ کئی طرح کے کلمہ شکوکہ جو دلوں میں جنم بھی جاتے رہینگے، مگر قریش کم ظرف، ہمان نوازی کا
 جواب انھوں نے زبان و رازی میں دیا، کہنے لگے کہ تین دن کی میعاد مہودہ گذر چکی ہے، آپ
 اب شہر سے باہر ہو جاؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراللال خاطر پہ نہ لائے، فوراً شہر سے نکل آئے، اور باہر
 آکر اپنے خیمہ ڈیرے لگائے بعض اشخاص کہ آپ کے یہ اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ دیکھ کر
 بڑے گرویدہ ہو گئے، اور چند ایک نے اسلام بھی قبول کر لیا، خالد بن ولید، عاصم بن ابی ہاشم، عاصم بن
 کے پیار سے تھے مشرک باسلام ہو گئے، عمر بن العاص نے بھی بیعت کر لی، ان سرداروں کا مسلمان ہونا
 ایک بڑی بھاری بات تھی، نہ صرف اسلئے کہ اسلام قبول کرنے سے پیشتر یہ بڑے مشہور و معروف
 شخص تھے، بلکہ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے پہلے سے بھی بڑا عکسِ شرف و عزت حاصل کی اور
 شہرت بھی ایسی کہ وہ اپنی مثال نہیں رکھتی،

عمرہ اقصیٰ

آنحضرت صلعم نے حاکم بصرہ کی طرف اپنی روانہ کیا اور اس کام پر حارث کو مامور کیا، اُن کا راستہ میں اتفاق سے شجر بن عمر عیسائی ل گیا، یہ شخص قیصر کے دربار کے امیرون کبیرون سے تھا ایک فگھمنڈ اپنی امارت کا تھا، دوسرا ولی عناد مسلمانوں سے، جوہین کہ مسلمانوں کے اچھے کو افسانے کیلایا پایا، فوراً حکم اوس کے قتل کا دیدیا، اور اُسے مروادیا، حارث کے بے گناہ و بے قصیر ہارے جانے سے آپ کے دل پر بڑا صدمہ پہنچا، قطع نظر اسکے آپ اپنے ملک میں حاکم وقت تھے، قتل اپنی کوئی معمولی بات نہ تھی، جو دوسری طور پر نظر انداز کی جاسکتی تھی، اس وقت خاموش رہنے سے آپ کے اپنے انتظام میں بڑا رختہ پڑتا تھا، اور ملک میں سخت بد امنی پھیلتی تھی، آپ نے بعد سوچ بچار کے یہ فیصلہ کیا، کہ دشمن کو سبق سکھایا جائے، اور اس کا ایسا انسداد کیا جاسکے کہ آئندہ یہ کسی بے گناہ مسلم کی جان کا قصد نہ کرے، آپ نے حکم حملہ کا دیدیا، بس پھر تو کیا تھا، تین ہزار مسلم جرار اسلام کے نام پر مرنے مارنے کو لیا رگھر سے نکل پڑے، لشکر خائف بھی دوسری طرف سے بڑا آرم تھا، موت پہ آکے مقابلہ ہو گیا، دونوں طرفوں نے اپنی اپنی صفیں جما دیں، کھوارین نیام سے کھینچ لیں اور کشت و خون شروع ہو گیا، لڑائی ایسی لگی، کہ خون کی ندیاں بہہ نکلیں، شجر بن عیسائی لڑتا لڑتا مارا گیا، مگر خود شجر بن بھاگ گیا، سفیر کو مار دیتا تو اس نے سہل سمجھا تھا، مگر اب جان بچانی اسے مشکل ہو گئی، دوڑ کر ایک قلعہ میں جا پناہ لی اور ہر قس سے روانگی، ہر قس شاہ قسطنطنیہ کا باجگزار تھا، اس نے بڑی بھاری فوج مدد کو روانہ کی، ایک لاکھ عیسائی ایک طرف سے اور قریباً تین ہزار مسلم دوسری جانب سے، ایک دوسرے کے مقابلہ میں آمنے سامنے آکے ڈٹ گئے، اتنا ڈھی ول لشکر دیکھ کر مسلمان خود اس باختہ ہو گئے

کہنے لگے، یا اللہ ہم تو اب فتح سمجھ بیٹھے تھے، یہ کیا ہو گیا، ہمیں اٹے لینے کے دینے پر گئے، یہ بلا ہم پر
 آسمان سے آ نازل ہوئی، یا رسول اللہ، تو پہنچ ہماری مدد کو، ہم تو برسے پھٹے، اب بچنے کے نہیں،
 دشمن تو ہماری بوٹی بوٹی کاٹ کھا گیا اور ہم سے کوئی جیتا جی بچ کے نہ جا سکا، یا اللہ تو ہی آ
 اور ہمارے گمراہ کام بنا، یہ گھبراہٹ مسلمانوں پر طاری ہی تھی، کہ ایک شیر دل جن کا نام
 عبداللہ بن رواحہ تھا بول اٹھا، کہ اے مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تم آج کوئی
 نئے لڑنے کو ملے ہو، کہ غنیم کی سپاہ دیکھ کر ہمارے دل دھل رہے ہیں، کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ
 دشمن کی طاقت اس کے لشکر پر ہے، اگر ہماری بہت چھڑا ایمان ہو، ہمیں شوق شہادت
 یہاں لایا ہو، ہمارا اللہ اور نبی اللہ ہمارے ساتھ ہے، ہمیں خوشی اسلام کے نام پر کٹ کے
 مرنے میں ہے، نہ کہ فحیاب ہو کے مگر جانے میں، اے مسلمانو! اسے ہمارو! آؤ نکلو بڑھو
 مارو۔ مرو اور شہادت کا نام پاؤ، بس اس کا یہ کہتا تھا کہ لشکر کے چاروں جانب سے
 اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہو گیا، مسلمانوں کے بچے ہوئے دل پھر روشن ہو گئے اور دھرم کی
 آگ اندر سٹلگ اٹھی، ہر مسلم کے من سے اسلام کے پیہم کا ایک ایسا شعلہ نکلا کہ اس کا
 آگ بدن اگن ہو گیا، علم پرور کا حکم دینا تھا کہ تین ہزار ایک لاکھ چوبیس ہزار تین سو
 کاٹ کاٹ کے کھیت کر دیا۔

حکمت و فتح نصیبوں سے ہو دے اسے تیر مقابلہ تو دل نا تو ان سنے خوب کیا
 لڑائی ترازو کے تول تل گئی، جانین سے جانبا زون نے بڑھ بڑھ کے جانین دیئے، ہر جان
 تو ایسا دل توڑ کر پڑے، صیے میدان سے بچ جانابری اؤن کے لئے گناہ تھا، دن بھر اؤن

داین بائین اُن کے ساتھی کتنے مرتے سسکتے دم دیتے رہے، اور یہ اپنی آنکھوں دیکھا کرتے
 مگر کیا مجال کہ ان کا پاؤں بگڑے ہوئے، یا دل ٹھکانے سے ہٹے، ایسے ڈٹ کے جیسے اعتقاد
 اسلام ان کے دل پہ جما ہوا تھا، عیسائی یہ حالت مسلم کی دیکھ کر مستحضر و حیران رہ گئے، کہنے لگے
 یہ لوگ انسان ہیں یا کیا چیز ہیں، یہ کس مٹی کی ساخت ہیں، ان کو ہوا کیا جا رہا ہے، یہ کیوں
 مرنے پہ عاشق ہیں، اور کیوں جان سے اس قدر لاپرواہ، ہم نے سمجھا تھا کہ آخر یہ
 کہاں تک لڑینگے، ایک علاج دو ہوتا ہے، یہ تین ہزار ہیں اور ہم سو ہزار، ہم تو چور ہو گئے
 اس پر بھی یہ وارپہ دار کئے جا رہے ہیں مسلمانوں کی استقامت کا عقدہ عیسائیوں سے حل ہو چکا
 نہ ان کی اسلام پر جان نثاری کا مسئلہ اُن کے دماغ تک پہنچ سکا، وہ نئی روح جو
 مسلمانوں کے اندر بیٹھ گئی تھی جو یہ صدقہ اور قربانی کر رہی تھی، اس کے علم سے عیسائی بالکل
 بے بہرہ تھے، اتنے میں شام کی آمد سے اندھیرا ہو گیا، اور لڑائی ختم گئی، رات کو مٹی بھر مسلمانوں
 نے جو باقی رہ گئے تھے، یہ صلاح کی، کہ صبح ہوتے ہی پھر ہوا و بول دیں اور اسی میدان میں
 اپنے شہید ہر ایموں کے پہلو پہ پہلو خیمات حاصل کریں، عیسائی اُدھر باوجود اس قدر بجاری
 سپاہ کے کچھ شش و پنج میں پڑے ہوئے تھے، کہ اب لڑیں یا پیچھے ہٹیں، دن کو اب یہ تو خوب
 ذہن نشین ہو گیا تھا کہ جب تک کوئی نام کا مسلمان بھی باقی ہے، میدان نہیں دے گا، اس لئے
 وہ کچھ دل شکستہ سے رات بھر رہے، رات کو مسلمانوں کے تین سپہ سالار مارے جا چکے تھے،
 اب چوتھے حضرت قائد تھے، انھوں نے علم لیتے ہی پہلا کام یہ کیا، کہ دوسری صبح نور
 کے تڑکے اپنی تمام صفوں کا رخ اُلٹ دیا، لشکریوں کو آگے پیچھے مٹا، داین بائین ہلا

ایک نئی شکل اور جدید صورت کا نقشہ بنا کے کھڑا کر دیا، تاکہ ایک نو دشمن کل کے تجربہ سے فائدہ نہ اٹھا سکے، دو ٹم لڑائی کا زور سب پر یکساں رہے، جو تھک کے چور ہو گئے، مین، انھیں زرا دم لینے کی فرصت بھی ہو جائے، دشمن نے جو مین یہ نیا انتظام دیکھا سمجھا کہ کوئی ملک آگئی، دل تھوڑا تھوڑا اُن کا پیٹنے ہی سے ہوا جا رہا تھا، اب بالکل ہی ٹوٹ گیا، بھاگ نکلے اور ایسے بھاگے کہ کہیں قدم نہ ٹھہرے، میدان موتہ مسلم کے ہاتھ رہا، اور نصرت اسلام کے نام لکھی گئی،

جنگ موتہ میں رسول کریم نے علم اپنا حضرت زید کے ہاتھ میں دیا تھا، جب وہ لڑتے لڑتے دشمن کے لشکر میں جا گئے اور وہیں شہید ہو گئے تو پھر علم حضرت جعفر نے لے لیا وہ بھی ایسے لڑے کہ کوئی کیا لڑے گا، پہلے تو اون کا ٹھوڑا زخمی ہو کے گر پڑا، پھر اون کا وایان باز وکٹ گیا، بعد ازاں بھی اسی طرح کام آیا، آخر کو خود بھی شہید ہو گئے، آنحضرت مصلح نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ کے آنسو کل پڑے، آپ فرمانے لگے کہ خیر ذات باری نے ان دو بازوں کی جگہ جعفر کو دو ایسے باز و جنت میں عطا کیے ہیں کہ وہ اُڑتے پھرتے ہیں، اسی لئے اون کو طیار کہتے ہیں، ان دو نوں سپہ سالاروں کے گزر جانے کے بعد رسول اللہ مصلح کا نشان حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیا، وہ بھی شہید ہو گئے، یہ ہر سہ شہداء آنحضرت مصلح نے خود تقرر کر کے بھیجے تھے کہ زید کی شہادت پر جعفر اور ان کی شہادت پر عبداللہ نشان لے لیں، ان تینوں کے گزر جانے پر چونکہ سردار لشکر کوئی مقرر نہ تھا، سپاہ خود خالد کو بالاتفاق انتخاب کر لیا تھا، اور علم اون کے ہاتھ میں دیا تھا، اون کی ترکیب

تعب مبارک

سبعۃ

و ترمیب ایسی آحسن ثابت ہوئی کہ غنیم کے ایک لاکھ دل سے اپنی مٹھی بھر نو رخ کو ضاف
بچالائے، اسلئے آنحضرت صلم نے دس صلہ میں اون کو سیف اللہ کا خطاب عطا کیا،
حضرت زید وہی بیچارے بکس غلام حضرت خدیجہؓ کے تھے، جن کو آنحضرت صلم نے قبل از
بشت آزاد کیا تھا، اور حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے بھائی تھے، جو اس گروہ کے سرگروہ تھے
جن نے حبش میں ہجرت کی تھی،

عہد نامہ حدیبیہ میں جو شرائط رقم کی گئی تھیں، منجملہ اون کے ایک یہ بھی، کہ قریش
مسلمانوں کے ہم عہدوں سے نہ لڑیں اور نہ اہل اسلام قریش کے طرفداروں سے کوئی
فساد برپا کریں، اتفاق ایسا پیش آگیا کہ مکہ کے قرب و جوار میں دو قبیلے خزاعہ و بنی بکر
رہا کرتے تھے، ان کا باہمی نزاع شروع ہو گیا، اور نوبت بانیجار سید کہ آپس میں لڑائی
شروع ہو گئی، خزاعہ آنحضرت صلم سے اتحاد رکھتے تھے، اور بنی بکر قریش کے طرفدار
تھے، اب چاہیے تو یہ تھا، کہ دونوں زین اس تنازعہ میں نہ پڑتے، اور اپنے قول و قرار
قائم رہتے، مگر قریش نے عہد نامہ کی تحریر پر جس کے وہ بڑے شائق اوس وقت تھے
پانی پھیر دیا، اور قبیلہ بنی بکر کو لڑائی میں ہر طرح سے مدد و معاونی شروع کر دی، ممولی
مدد پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ اون کے ساتھ شامل ہو کر قبیلہ خزاعہ کے خلاف میدان جنگ میں
لڑائی بھی کی، اور عہد نامہ کی شرائط کو صریحاً توڑ دیا

شرح و آئین پر مدار نہیں ایسے کافر کا کیا کرے کوئی

جب یہ خلافت ورزی شرائط قریش کی جانب سے عمل میں آئی تو خزاعہ نے اپنا قاصد

نبی اللہ کے پاس مذنیہ بھیجا، اوس نے آکے کہا کہ ہم پر اب وقت آجاتا ہے، اور آپ کا اوزہ ہمارا اتحاد ہے، قریش نے اپنا اتحاد توڑ دیا ہے، اس لئے اب ہمارا مطالبہ آپ سے ہے، کہ آپ ہماری مدد کریں، یہ آڑا وقت ہے، اگر آپ اس وقت ہمارے کام آئیگے تو ہم یہ نیکی آپ کی کبھی نہ بھلائیگے، قاصد نے ساتھ ہی ایک اور بھی حرکت قریش کی بتائی۔ کہ یہ لوگ لڑتے لڑتے حرم محترم کے اندر بھی جا گئے ہیں اور ان ناپاکوں نے مقدس مسجد کو خون سے آلودہ کر دیا ہے بلکہ کئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بھی اسے جا چکے ہیں، حالانکہ یہ نیک رسم اور پاک رواج حضرت ابراہیم کے وقت سے برابر چلا آتا تھا، کہ اگر کوئی شخص جرم کر کے بھی یہاں آجاتا ہے، تو وہ گرفتار نہیں کیا جاتا تھا، اس قدر منزلت و توقیر سے اس جگہ کو دیکھا جاتا تھا، چہ جائیکہ یہ لوگ ایسی امن گاہ کو زرم گاہ بنالیں اور وہاں جا کے انسان کا خون بہائیں۔ ع

کافر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کے مارا

نبی اللہ نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہیں، اور ان کے سناہ کی ٹاؤ اب بھر چکی ہے، اس قدر مباحی اور اتنی بے حیائی کہ کعبہ میں جا کے یہ ایک دوسرے پر تلواریں گسیٹیں، آپ نے فرمایا کہ یہ جگہ مرتد کے لئے نہیں ہے، یہ مسلم کا معبد ہے، قاصد سے کہا۔ کہ خلات ورزی ضرور انھوں نے کی اور تم مستحق مدد کے ہو، اگر اب میں تمہاری مدد نہ کروں۔ تو اللہ تو میری مدد کرے، یہ کہا اور کمر چڑھائی کا حکم دیدیا،

نبی اللہ نے بنظر مصطفیٰ یہ خبر کہ والدین سے خفیہ ہی رکھی، اور کوچ کا حکم دیدیا، شکر کا کلمہ دہا و معوم و عام سے اور بلا آن سے نشان پیغمبری اٹھائے اور علم احمدی اڑائے سر پیٹ

چلا آتا تھا، جہاں جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گزرتی، مسلمان ہر کاب ہوتے چلے
 جاتے، اور ہون کیوں نہ، یہ مکہ کی چڑھائی تھی، وہ مکہ جہاں قریش مسلمانوں کو غلاموں سے بھی
 بڑھ کر کتر و احقر سمجھتے تھے اور ہر وقت اون کو طعن و تشنیع کرتے تھے، وہ مکہ جہاں طوان و زیارت
 کے لئے ہر قوم و قبیلہ کے لوگ تو بلا اجازت اُمین جاؤ، مگر مسلم وہاں قدم رکھنے کی اجازت
 نہ دیتے تھے، وہ مکہ جو سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کے باپ دادا کا مسکن، باہو، مگر مجرم قربت
 اسلام مکہ والے اُنھیں مار مار کر باہر نکال دیتے تھے، وہ مکہ جہاں قریش مسلمانوں کو اس تفصیل میں
 کہ وہ رسول خدا کو گالیان بخش دیکر قریش کو خوش کیوں نہیں کرتے، تنکا کر کے گرم ریت بچھا کر
 اوپر بھاڑی پتھر رکھ کر جان سے ہلاک کر دیتے تھے، یہ وہی مکہ ہے، جس کی آج چڑھائی تھی، پھر
 بھلا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دھاوا اُٹنے اور شامل نہ ہو، جس کی آج چڑھائی تھی،
 پھر بھلا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دھاوا اُٹنے اور شامل نہ ہو، جس کی رگوں میں
 کچھ بھی غیرت کا خون باقی تھا، اُٹھ کھڑا ہوا، جسے ذرا بھی تنگ اسلام تھا۔ تیار ہو گیا، مکہ
 پہنچے تک بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) جوان سامان جنگ حرب سے ہر طرح آراستہ نبی اللہ کے
 جھنڈے تلے تیار اور اسلام کے نام پر جان نثار ساتھ شامل ہو گیا، مکہ کے نزدیک پہنچے
 سب نے خیمے لگا دیئے اور ڈیرے ڈال دیئے، مکہ کے ارد گرد گویا ایک نیا شہر آباد ہو گیا جہاں
 آگہ پڑتی روشنی ہی روشنی دکھائی دیتی، اور جدھر نگاہ پڑتی آگ ہی آگ نظر آتی، یا تو مکہ
 والے بے خبر خواب خرگوش میں سوئے پڑے تھے، یا اب یکایک چنک اُٹھے، پتہ اُنھیں
 تب ہی لگا جب مکہ گھر گیا، اور چھوٹا بڑا سب ناکہ بند ہو گیا، مکہ والے کسی کا یہ بند باندھنا

اور اس کا یہ حسن انعام دیکھ جہان کے جہان تھے وہیں رہ گئے، ایک دوسرے کی
 طرٹ مشہور و حیران ہو دیکھتے تھے اور کہتے تھے، کہ یہ کیا ہونے لگا ہے، انہیں خیال تو گزرتا
 ہوگا، کہ کبھی وہ بھی دن تھا، جب ہم اس شخص کے دماغ کا عقل دور کرنے کے لیے اور
 اس کے سر سے جن نکلنے کے لیے ماند رسی دکا ہن بلانے کی تجویزین کیا کرتے تھے،
 یا آج یہ دن ہے کہ یہ ہماری سرکوبی کے لیے (۱۲۰۰۰) سپاہ کیا تھوڑا زہر پڑھا ہے،

لوگ تو جتنا بھی گھبراہٹ میں بجاتھا، کیونکہ یہ بات ہی گھبراہٹ والی تھی، مگر سردار

ابوسفیان کے بھی ماتھے پاؤں پھول گئے، بھلا اب کسے بھی تو کیا، اور جائے تو کہاں جائے

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، اور اوروں کا پھر تھما تھا، جیسے کوئی بھولا بھٹکا مسافر منزل

سے دور تھکا وٹ سے چور مارا مارا پھرتا ہے، اور اُسے کوئی راہبر نہیں ملتا۔ اسی

عالم میں سرگردان وہ ذرا شہر سے باہر نکلا۔ کہ میں ذرا اپنی آنکھوں سے جا دیکھوں تو

سہی، کہ یہ کس قدر جمعیت ہے، جو ہماری تباہی کو آمو جوہ ہونی ہے، آخر کوئی صورت بھی

جس سے یہ بلا ٹل جائے، اور ہماری جان بچ جائے۔ ایسا اتفاق پیش آیا۔ کہ حضرت

عباسؑ سے جو لشکر کے ساتھ تھے، ابوسفیان ملاقی ہو گیا، اور بڑی منت و زاری سے

استعا کرنے لگا۔ کہ اگر آپ سے کچھ ہو سکتا ہے تو ہمارے لیے اس وقت کرو، ورنہ ہم لوگ

براہ ہو جائیں گے، اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بچ جائیگی، عباسؑ نے کہا کہ تم افسوس پھر

رکھو، اس پر ایمان لاؤ، اور ان تینوں سے اپنی جان چھڑاؤ، چلو میں تمہیں رسولِ خداؐ

کے حضور میں لے چلتا ہوں، وہ تمہاری عقدہ کشائی کرے گی، اور تمہاری قوم کی مشکل

ابوسفیان کا

مسلمان ہونا

صلی کرے میرے ساتھ آؤ، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے لئے امان چاہوں گا، یہ بات حیت ہونے لگی تھی کہ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا، دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور شمشیر برہنہ لئے ابوسفیان کا سر کاٹنے کو دوڑے، کہ یہ کافر یہاں کدھر سے آگیا ہی، حضرت عباسؓ نے جو یہ رنگ بگڑا اس طرح دیکھا، تو وہ رسول کریمؐ کی جناب میں بھاگے گئے، اور جا کے وہاں عرض مہروض کی، اور ابوسفیان کی جان بخشی کر اگر آ عمرؓ کو اطلاع دی، ورنہ اونھوں نے تو ٹھان لی تھی، کہ شخص گروں زدنی ہے، ابوسفیان کی جب جان بچی اور امان ملی تو وہ حضورؐ میں حاضر ہوا اور آ کے مشرت باسلام ہو گیا

نہ کہیں جہاں میں امان ملی جو ملی تو پھر وہ کمان ملی میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے غفور بندہ نواز میں نبی اللہؐ نے اپنے سرواڑوں ابوسفیان سے بات حیت کے بعد یہ حکم دے دیا، کہ اس جنگ میں تین کس کا قتل مسلمانوں پر روا نہ ہوگا، اول اوس کا جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے، دوم اوس کا جو اپنا گھر چھوڑ کر مقابلہ کو سامنے نہ نکلے، سوم اوس کا جو ابوسفیانؓ کے گھر جا پناہ لے، اسے ابوسفیان کی عزت و حرمت نہ صرف مسلمانوں میں بڑھ گئی، بلکہ اوس کی جاہ و منزلت مکہ والوں میں بھی بدرجہا زیادہ ہو گئی، نبی اللہؐ نے یہ بھی حکم دیدیا، کہ جب لشکر کا کوچ ہو، تو ابوسفیان کو ایک اونچی جگہ بٹھا دیا جائے تاکہ وہ کل نظارہ بخشیم خود دیکھ سکے، اور کہ والوں پر حقیقت حال بیان کر سکے تاکہ خلق خدا کا ناحق خون نہ بچ جائے، چنانچہ تعمیل فرمان اسے بلند جگہ پر چڑھا کر بٹھا دیا گیا، ابوسفیانؓ لشکر کی عظمت دیکھ کر عباسؓ سے کہنے لگا کہ تمہارے بھتیجے کو تو بڑی بادشاہی ملی ہے، اونھوں نے کہا یہ بادشاہی نہیں ہے یہ دہلیہ بی بی ہے۔

ابوسفیان نے نبی اللہ سے درخواست کی، کہ مجھے واپس جانے کی اجازت دی جائے۔
 تاکہ میں قبل اس کے لشکر و اردکھ مو، میں و ابن پہنچ جاؤں، اور مکہ والوں کو راہِ راست پر
 لانے کی کوشش کروں، ایسا نہ ہو، کہ کہیں وہ احمق مقابلہ شروع کر دیں اور اپنی جانیں
 ناحق تلف کرالیں، ابوسفیان اجازت حاصل کر کے مکہ چلا آیا، اور کعبہ میں کھڑا ہو کے بلند
 آواز سے کہنے لگا کہ اے مکہ والو، ظالمیرسی بات غور سے سنو، وقت نازک ہے، توجہ سے
 سنو، میں ابھی مسلمانوں کے لشکر سے آ رہا ہوں، اور تمہیں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں
 اُمید ہے، کہ تم پوری پوری توجہ سے اسے سنو گے، اے مکہ والو! ہٹ و عمری اور پھیر
 استقلال اور شے ہے، تم فائدہ کرو، اور میری سنو، تم مطلقاً اس لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے
 میں سب دیکھ بھال آیا ہوں، اسلئے تمہاری تمام کوشش مقابلہ کے لیے بے سود ہے،
 اور محض لاعمل ہے، تمہارا سب کچھ رائیگاں جائیگا، اور تمہیں ہاتھ بھی کچھ نہیں آئیگا،
 لشکر کی عظمت کا اندازہ اور فوج کے اختتام کی خوبی مجھ سے بڑھ کر تو تمہیں دیکھ سکتے
 میں سب کچھ ان آنکھوں مشاہدہ کر آیا ہوں، اور سبھی کچھ دیکھ بھال آیا ہوں، میری
 سنو تو لڑائی کا دھم دنگان بھی نہ کرو، سچ پوچھو تو اب نجات ایک ہی بات میں ہے جو
 سلامتی اپنی اور حیاتی اپنے بال بچہ کی چاہتے ہو، تو خدا کے واحد پر ایمان لاؤ، اور ان
 بتوں سے انہی جان چھڑاؤ، ہم پر یہ سب عذاب اور تمام عتاب ان کا لایا ہوا ہے،
 انہوں نے کب کبھی سے وفا کی، چھوڑو ان کو، جو یہ ہم سے چھوٹ جائیں، تو یقین جانو
 کہ ہم دنیا کے دکھوں سے چھوٹ جائیں، اے مکہ والو! اب یہ لشکر چڑھا آ رہا ہے، یہ لشکر

خدا کا ہے، اسے خدا کے گھر سے آج بُت نکال دینے ہیں، یہ خدا کا گھر ہے، نہ کہ بتوں کا، ہم سب بندے خدا کے ہیں، اور محمد رسول خدا کا ہے، اسے میرے بھائی بندو گوش ہو شے میری نڈا سٹو، خدائی لشکر پہنچا کہ پہنچا، بس گٹھی جو کہ پل، جس کسی کو پناہ لینی ہے، یا خانہ کعبہ میں ٹھہرے، یا اپنے ہی گھر کے اندر رہے، یا میری زیر پناہ آجائے، ورنہ مارے جاؤ گے اور پھپٹاؤ گے، اے مکہ والو مجھے اللہ نے اپنا نور عطا کیا ہے، اور محمد صلعم نے مجھے مسلمان کر لیا ہے.....

یہ ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا، کہ اوس کی بیوی ہندہ، وہی بد باطن ہندہ جس نے حمزہؑ کا کلیجہ نکال کر چھپایا تھا، اسے نکل آئی، خاوند سے کہنے لگی، اے بے غیرت تو تو اپنے باپ دادا کا مذہب ملت ترک کر بیٹھا ہے، اب ہمیں بے دین کس لئے کرتا ہے، اُدھر ہمارے اور ہمارے بتوں کے سر پائی ہے، اُدھر تو نے ایک نئی آفت لا ڈھائی ہے، اسے قوم فروش یہ اتفاق کا وقت تھا، کہ باہمی ہلکرا تھا اسے غنیمت کا مقابلہ کرتے، اسے بے ایمان اور ادمر انسان، تو تو مجھ ہی محمدؐ کا، تو تو جاسوس ہو دشمن کا، اے مکہ والو! کہان ہو تمہاری قوم کی غیرت، اور کہہ دو تمہارے دھرم کی لالچ، آؤ بڑھو، پکڑو، مارو، اسے جانے نہ دو، اسے سنگسار کرو،

ایسا طوفان بد تمیزی چھا کہ لوگ اوس کی بوٹی بوٹی کاٹ کھانے کو تھے، کہ کیا ایک اُدھر شور اُٹھا، کہ محمدؐ بھی لشکر دروازہ پر آ گیا، سب کو اپنی اپنی پڑ گئی، جدھر جس کا منہ اُٹھا پناہ کے لیے دوڑا، گٹھی پل میں تمام منتشر ہو گئے، اور اپنے اپنے ٹھکانے

نکی ہوئی
بیل کا

خجک

پناہ جاگزین ہوئے، لشکر کی حالت یہ تھی، کہ علم فوج کا شیر بر خاند کے ہاتھ میں تھا، نبی اللہ
 خود قصوا اوٹنی پر سوار تھے، اور سیاہ لباس زیب تن کئے تھے، دُئین بائین آپ کے بارہ
 ہزار ہاجر و انصار تلوارین الفت کئے، نیزے ہلاتے، نشان اُڑاتے اسلام کے نام پہ
 جان نثار اور آنحضرت صلعم کی اُلفت میں سرشار برابر بڑھے چلے آتے تھے، اور بکسیر (اٹل بکیر)
 اور تمیل (لا الہ الا اللہ) کے نعرے چاروں طرف سے بلند کئے جاتے تھے، اب لشکر عین
 دروازہ پر پہنچ گیا، اور بلا روک ٹوک سیدھا شہر میں داخل ہو گیا، البتہ اس نامی
 جاہل ابو جہل کا بیٹا عکرمہ جہالت کے بغیر نہ رہ سکا، ایسے اہل سے بھلا اس کے سوائے
 اور توقع بھی کیا ہو سکتی تھی، اس نے کیا کیا، کہ کچھ ادب باش و بد معاش شہر کے اور کچھ
 بچے لنگاڑے ارد گرد کے اکٹھے کر لئے، اور ایک گردہ بنا کے، ایک گھات میں آ بیٹھا،
 جب خالد وہاں سے گزرے، تو اس نے تیر چلانے شروع کر دیے، معمولی سی مٹ بھیڑ
 ہوئی، تین مسلمان اور تیس مشرک مارے گئے، ابو جہل کا بیٹا اپنی جہالت کا نمونہ دکھانے
 بھاگ گیا، اور یہی اس سے اُمید تھی، علاوہ برین کچھ عورتیں بھی ایک جگہ جمع ہو گئیں،
 انھوں نے اپنے سر کے بال کھول دیے، اور کپڑا سر سے اتار کر گھوڑوں کے منہ پر مارنا شروع
 کر دیا غالباً اس خیال سے کہ گھوڑے بڑھکیں، مگر یہ سب بگڑ بھسکیاں ہی تھیں، لشکر خدائی
 شہر میں داخل ہو چکا تھا، اور رسول خدا صلعم خانہ کعبہ بھی پہنچ چکے تھے، اب باقی رکھائی
 کیا تھا، نبی اللہ نے سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کیا، اور پھر حرم محترم میں داخل ہوئے،
 (۷۰) بہت اور تعداد یہ وہاں اندر موجود تھیں، آپ نے اپنے دست مبارک سے ہر ایک

بیت کو چور چور کیا، اور تصویر دن کو جو دیواروں پر نقش تھیں دھلوایا، سب سے بڑا بت ہل تھا، جس کے روبرو ہر مصیبت میں مصیبت زدہ جا سترنگون ہوتے تھے، اور جس کے حضور میں جا کے من کی مرادیں مانگتے تھے، یہ بت بہت اونچائی پر بنی اللہ نے حضرت علیؑ کو اوپر چڑھایا، اور اون سے اوس نورتی کا چکنا چور کرایا، جب آپ کسی بت کے قریب اسے توڑنے کے لئے جاتے تھے، تو ہر دفعہ یہ کلمہ کہتے تھے، ”حق آیا اور جھوٹ گیا“ ”حق آیا اور جھوٹ گیا، جب یہ سب غلاطت دھوئی گئی، اور خدا کے گھر سے بتوں کی صفائی ہو گئی تو آپ نے پھر شہر کی طرٹ رُخ کیا، آدمی شہر میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے آنحضرت صلیع کے ساتھ کبھی نہ کبھی گستاخی نہ کی ہو، یا طعنہ نہ مارا ہو، یا آپ کو ذلیل و رسوا نہ کیا ہو، یا آپ پر اینٹ پتھر نہ چلایا ہو، یا اور کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا منہ نہ کالا کرایا ہو، مگر آج حساب کتاب کا دن تھا، ہر بشر خائف تھا، کہ میری خیر نہیں، جو جو جس نے کیا تھا وہ اوس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا، ازماست کہ برماست، کر دنی خویش آمدنی پیش، جہان دیکھو سہلگین آنکھ ہی نگاہ پڑتی تھی، ہر منہ پر مردنی چھائی تھی، اور ہر بشر کے سامنے اوس کی موت مجسم کھڑی تھی،

ترجمے رسولؐ سرورِ پاک	بجان افتادہ ام بردارینک
سیہ روزم سیہ کام و سیاہ دل	ز آب لطف خود بر شئے این دل
کسے جز تو نباشد و ستیگریم	مر اگذا رتا غمی نمیریم

آنحضرت صلعم شہر کے اندر پہنچ کر لوگوں سے مخاطب ہو کے کہنے لگے، کہ اے قریش! آج اتنا کام کا دن نہیں ہے، آج روزِ رحمت ہے، جو جو حرکت تم سے کسی نے میرے ساتھ یا میری امت کے کسی آدمی کے ساتھ شرافت سے دور یا اخلاق سے بغیر کی ہوئی ہے، ہم نے اُسے بھلا دیا، تم بھی اب اُسے خاطر پہ نہ لاؤ، اے قریش! تجاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا، آئندہ ہر بدی سے پرہیز کرو، اور خدا سے مدد مانگو، اور اعلان عام کر دیا، کہ کوئی مسلم کسی مشرک سے کوئی چھوٹا چھوٹا کسی قسم کی نہ کرے، یا تو مکہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا، یا اب گھر گھر شادیاں بچنے لگے، یکایک سب کے چروٹے گئی گزری رونق پھر اُٹھ اُٹھ رہی، اور خوشی و شادی نے انھیں پھر اپنی شکل دکھائی، یہ دریا ولی اور فراخ حوصلگی پیغمبر کی دیکھ کر لوگ فریفتہ ہوتے جاتے تھے، اور بار بار یہی زبان بچلاتے تھے، کہ ہم لوگ تو اتنی دیر بھولے ہی رہے، ہمیں کیا علم تھا کہ محمد مجسمِ مرحمت ہے،

عکرمہ بن ابوجہل تو بھاگ گیا تھا، اس کی بیوی یحییٰ بنتی، سرکارِ مین حاضر ہوئی اور خاوند کی جان بخشی کی درخواست کی، یہ عکرمہ فتح مکہ والے روز بھی شرافت کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا، تین مسلم اوتیس اپنی طرف سے قتل کر کے روپوش ہو گیا تھا، علاوہ برین دونوں باپ بیٹا عمر بھران ہی ریشہ و دایمہ تین مصروف رہے، کہ رسول اللہ صلعم کا سر کس طرح کاٹا جائے، اور سواونٹ اور ہزار ایکہ چاندی انعام آپ کے سر قلم کرنے کے لئے رکھنا بھی ایسی اہل خاندان کے

جاہلون کا کام تھا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ ایک قلم بھلا دیا اور معاف کر دیا، جب عکرمہ کی بیوی اور ان برقع پوش عکرمہ کو ساتھ لے کے جناب میں حاضر ہوئیں، تو آپ اسی اتفاقاً در تباطے پیش آئے، کہ جیسے کوئی بچھڑا دوست ملتا ہو، عکرمہ نے آخر سمیت بھی کر لی اور مسلمان ہو گیا ساتھ ہی مان اور بیوی بھی مسلمان ہو گئیں،

ایک بدکردار بنام ہبتار تھا، اس نے نبی اللہ کی دختر نیک اختر حضرت زینب کو جب وہ عالم عقیم اور مدینہ جا رہی تھیں بڑی بے رحمی سے پتھر مارے تھے، اونٹ سے گرا دیا تھا، اون کو بڑی چوٹ آئی، اور سخت تکلیف پہنچی تھی، اسی صدمہ سے اون کا حمل ساقط ہو گیا، یہ ہبتار ناہنجار بھی دربار میں حاضر ہوا، اور دست بستہ معافی چاہی، نبی اللہ نے معاف کر دیا،

ایسا ہی ایک شخص کعب بن زہیر ایک عجب فتنہ پرداز تھا، خدا کی شان بڑا قابل شاعر اور خوب ذہن رسا رکھتا تھا، مگر اس کی تمام ذہانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کھنچے بن خربچ ہوا کرتی تھی، صد لعنت و بھشکار برین ذہن رسا، اس شخص کے ذریعہ قلم مسلمانوں کو اتنا نقصان پہنچا، جتنا ہزار کفار کے زور بازو سے نہ پہنچا ہوگا، اب یہ ایک قصیدہ لکھ کر لایا، مدعا معافی تھا، آپ نے معاف کر دیا،

ایک شخص حبشی بلا کاوشی تھا، یہ وہی سیاہ شکل و سیاہ دل تھا، جس نے حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، اس نے بھی سرکار میں حاضر ہو کے اپنی حرکت سے پیشانی ظاہر کی، آپ نے اسے معاف کر دیا، حبشی کہا کرتا تھا کہ کفر میں جس طرح خیر اناس

حمزہ میر سے ہاتھ سے مارے گئے تھے، اسی طرح اسلام میں شر الناس سیکلہ کذاب میر سے
ہاتھ سے فی النار ہوا ہے، یہ کذاب وہی شخص ہے، جس نے دعویٰ پیغمبری کا کیا تھا،

اب آئی وہ کینہ سے بھری، اور ڈاڑھ اور کپٹ والی ہندہ، جنگ احد بھی اپنے خاوند کو
طعن و تشنیع کر کے اسی نے کرائی، اس پر قناعت نہ کر کے خود لڑائی میں لگی، اور نبی اللہ کے
کے چچا حضرت حمزہ کی لاش پہ چڑھ کر اوپر بیٹھ گئی، اون کا ناک کان اس بدنہ خود کوڑا والا
اور ڈاڑھ نے اون کا کلیجہ نکال کر اپنے منہ سے چبایا، پھر اس عورت نے فتح مکہ والے روز
اپنے خاوند کی وارسی پر گئے اُسے خوب مارا پٹیا اور گھسیٹا، اور یہ صرف اس تصویر میں کر اؤں نے
اسلام کیوں قبول کیا، بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بھی معاف کر دیا،

سبحان اللہ کیا ٹھکانا اور یا رحمت کی طغیانی کا تھا، ہر غلاطی و عنفونت گناہ کی
آگے بہانے گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قتل کے قصہ کرنے والوں کو، اپنی نور چشم کے
قاتلون، اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والوں کو معافی دیدی، اور قطعی معافی، قتل عام تو ہم نے
بہت سنے ہیں، مگر قاتلون کو معافی عام کہیں نہ سنی، جو عقل سے پوچھو تو وہ تواب بھی نہ مانے
کہ ایک بندہ بندگان خدا پر اتنا رحم و فضل کر سکتا ہے، مگر اس بیچارے بھولی بھٹکی عقل کو اس
ایک کی کیا خبر ہے، وہ ایک رسول خدا ہے، وہ ایک رحمت کا دریائو ہے، اُسے کینہ سے کام ہے
نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ اور محبت کا منبع ہے، وہ ذاتِ کبریا ہے، وہ حبیبِ خدا ہے،
یا رسول اللہ حبیبِ خالقِ کیا توئی برگزیدہ و ذوالجلالِ پاک بے ہمتا توئی
نازینِ حضرت حقِ صدرِ بدرِ کائنات نور چشمِ انبیا چشمِ چراغِ ماتوئی

یا رسول اللہ تو دانت امتانت عابزند عابزان را رہنما و جملہ راما و اوتوی

ان ہی ایام میں ایک اچھے گھرانے کی بڑی متمول عورت بچرم چوری گرفتار ہو گئی۔
جرم ثابت ہو گیا، اور مطابق قانون وقت اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا گیا، عورت بڑے
رسوخ والی تھی، بڑے بڑے لوگ سفارشی آئے، اور آکے عرض کی، کہ اس کا پیشہ چوری
نہیں ہے، نہ اسے کسی چیز کی پرواہ ہی پڑھی ہے، مگر یہ فعل شامت اعمال کر بیٹھی ہے، آپ
اسے معافی دیں، اس پر رحم کریں، آپ نے فرمایا کہ امیر و غریب کے ساتھ اللہ کی حد
مساوی ہیں، پہلی امتوں میں اسی تو خرابی واقع ہوئی ہے، کہ لوگوں نے غریبوں کے
لیے ہی تمام قاعدے نافذ کئے، اور اونچے لوگوں کے لیے کوئی قید نہ رکھی، قسم اس خدا
کی، جس کے یہ قدرت میں محمد کی جان ہے، کہ اگر محمد کی لڑکی غلطہ بھی چوری کرے، تو اس کا
ہاتھ بھی اسی طرح کاٹا جاوے گا، جس طرح اس چور کا۔ مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیے کہ میں مہربان
کے لیے ایک علیحدہ قانون بناؤں گا، اور غریبوں کے لیے علیحدہ، مجھے ہر دو آنکھیں برابر
ہیں، سفارشی اپنا سامعہ لیکر چلے گئے،

تبلیغ حق کا آپ کو ہر وقت اور ہر ساعت خیال رہتا تھا، آپ نے ایک دن ایسا
کہا کہ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے، وہاں جا کے کھدوان کو اور قرب و جوار کے قبیلوں کو بھی
بلایا اور بڑی راہ و رغبت سے بٹھایا اور پیغام حق اوصین سنایا، آپ نے اُن سے فرمایا
کہ اسے لوگو، اگر تم خدا پر ایمان لاؤ گے تو نفع پاؤ گے، ورنہ عاقبت کو بچھپاؤ گے، تم کو
واضح ہو کہ اس خاطر کہ تم مسلمان ہو جاؤ، تم پر کوئی کسی طرح کا جبر و تشدد نہیں کیا جائیگا،

نہ کسی قسم کی سستی روار کھی جائیگی، مگر بتانا اور راستہ مستقیم بتانا میرا فرض عین ہے، کیونکہ میں پیغمبر خدا ہوں اور خدا سے تمہارے لیے یہ پیغام لایا ہوں، مجھے اپنا فرض ادا کرنا ہے، اور تمہیں اسلام کا راستہ بتانا ہے، اب اس پر چلو یا نہ چلو یہ تمہارا کام ہے، اسے لوگو جواب دہی تمہاری ہوگی، باز پرس تم سے ہوگی، یہ سوچ لو اور پھر غور کر لو کہ تم مٹی کے بت پوجو گے یا خلقت کے خالق کی پرستش کرو گے، اسے لوگو اپنا فائدہ نقصان خود دیکھ لو، اگر تم نے اب نہ دیکھا، تو پھر کب دیکھو گے،

وہ فخر عرب زبِ محراب و منبر تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر
گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور سوئے وشت اور چڑھے کوہِ صفا

یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم بھکھو صادق کہ کا ذب

کہا تیری ہر بات کا یاں یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہے تو ادا میں ہے
کہا اگر مری بات یہ دل نشین ہے تو سن لو خلافِ اس میں اصلا نہیں ہے

کہ سب کا نظریات سے ہے جانے والا

دُرواوس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ بادی عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی اک آواز میں سوئی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف فل یہ پیغام حق سے

کہ گونج اُٹھے بشتِ جہنم نامِ حق سے

کہ ہر ذاتِ واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کا ہر فرمان اطاعت کے لائق اسی کی ہر سرکارِ خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

نصاری نے جس طرح کھایا پودھو کا کہ سمجھے وہ عیسیٰ کو بیٹا خدا کا

مجھے تم سمجھنا نہ زہار ایسا میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

سب انسان میں جس طرح دانِ برکتندہ

اُسی طرح ہون میں بھی اک اوسکا بندہ

بنانا نہ تڑبت کو میری صنم تم نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بچا رنگی میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے بس حق نے اتنی بزرگی

کہ بندہ بھی ہوں اوسکا اور اچھی بھی

مسلمانوں کا اقتدار بڑھتا دیکھ کر قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے سرداروں کو یہ شہمہ بیٹھتا

ننگ

گیا کہ مسلم نے کہ توبہ لیا ہے، اب باری ہماری ہے، ہماری اب خیر نہیں، یہ جنوں اون کے

دماغ میں ایسا گھر کر گیا، کہ ہر وقت اسی خط میں لگے رہتے تھے، اس بناء ڈر پر اونھوں نے

تیار یان جنگ کی بھی شروع کر دیں، اور ایک بھاری لشکر مکہ پر دھاوا کرنے کے لیے

کھڑا کر لیا، اور عمر بنی اللہ کو جب یہ خبر لگی تو کہہ جانے کے لیے اونھوں نے بھی اپنا انتظام شروع کر دیا۔ آپ نے یہ حکم دیا کہ قبل اس کے کہ غنیمت کہ شہر کے اوپر چڑھ آئے، اُسے راستہ میں روکا جائے، چنانچہ بارہ ہزار جوان ملے جلے پہلو بہ پہلو اُسے کو غنیمت کے مقابلہ کو کل آئے، اور مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقابلہ دشمن سے ہو گیا، ہر دو فریق بڑے زور شور سے لڑے، مگر فتح مکہ والوں کی رہی، دشمن کو زندان شکن شکست ہوئی، قلعہ سر ہو گیا، علاوہ لوٹ زرو مال کے بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے، جو رسم و رواج ملک و آئین جنگ کے مطابق غلام بنائے گئے، اور سپاہ میں تقسیم کیے گئے، میدان جنگ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدڑ ایک لاشہ کی طرح ہوا تو آپ ٹھہر گئے اور دریافت کیا، کہ یہ کیس کا کام ہے، کسی نے پاس سے کہا، کہ حضرت خالد نے اسے قتل کیا ہے، آپ نے اُسی وقت خالد کو آؤمی بھیجا اور کہلو ابھیجا، کہ عورت بچے اور مردوں کا قتل سپاہی کے لیے باعثِ فخر نہیں ہے، جو خود ہتھیار نہ اٹھائے، اس پر ہتھیار اٹھانا وہ نہیں ہے۔ ایک اور واقعہ بھی اسی جنگ میں پیش آیا، وہ یہ تھا کہ تنجی اللہ نے مال متاع لوٹ کا سب تو پیش اور دیگر قبائل کو تقسیم کر دیا تھا، اور انصار کو اس دفعہ اس سے کچھ حصہ نہ پہنچا، اس پر اون کو بڑا رنج پیدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر لگی تو آپ نے اون کو بلایا اور مخاطب ہو کر یوں کہا، کہ اے انصار تم لوگ گمراہ تھے، تم کو راہِ راست پر لایا گیا، تمہیں ہر وقت ایک دوسرے کی مخالفت سے کام تھا، تمہارا اتفاق کوایا گیا، اور تمہیں ایک دوسرے کا یا ر غمخوار بنایا، تم ذلیل و رسوا رہتے تھے، تم کو معزز و سردار بنایا، اے انصار! مجھے یہ بات سُکر بڑا رنج پیدا ہوا ہے، کہ میں تو تمہارے لیے یہ سب کچھ کروں، مگر تم مجھ سے کشیدہ خاطر اس لیے ہو جاؤ، کہ میں نے دو اونٹ فلاں کو کیوں

دے دیئے ہیں، اور تم کو نہیں دیئے، یا چار بھیر کیوں فلاں کے حوالہ کر دی ہیں، اور تمہارے لیے نہیں رکھی، اسے انصار، تم اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں ساتھ لیکر گھر جائیں، اور تم رسول اللہ کو ساتھ لیکے گھر جاؤ، ع

کسی کی آنکھ میں جاو تو ری زبان میں ہو

یہ سننا تھا کہ انصار اپنے فعل سے شرمسار ہو گئے، اور رو پڑے، کہنے لگے یا رسول اللہ معلوم ہم نے حاجت کی کہ آپ کی تقسیم پر محبت کی، یہ بالکل بجا ہو، اور ہمارا تمام شک شکوک تارواہی،

قیدیان جنگ ہذا کی غلامی آپ کی طبیعت پر بڑا قلع پیدا کرتی تھی، مگر کوئی مناسب موقع

پہنچا نہ آ سکتا تھا، ایک دن حسن اتفاق سے ہوا زن کے سفیر آ گئے اور انھوں نے آگے منت

ساجت کی، کہ آپ سب پر رحم کرتے آئے ہیں، مگر ایک ہم ہیں، کہ اس فیض سے اب تک

محروم ہیں، ہم پر رحم کر دو اور ہمارے قیدی آزاد کر دو، رسول اللہ معلوم تو دل سے ایسے

فعل مناسب کے منتظر تھے، آپ نے فرمایا، کہ تم لوگ ایسا کرو کہ نماز کے وقت مسجد میں آ جاؤ،

جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں، تم مسلمانوں سے کہنا، کہ اے مسلمانو! اللہ کے

پاس ہمارے اسیران جنگ کی رہائی کی سفارش کرو، اور مجھ سے کہنا، کہ رسول اللہ آپ

مسلمانوں سے ہمارے قیدی آزاد کرنے کے لیے خواہش ظاہر کرو، وہ یہ سن کر چلے گئے، اور

مطابق ہدایت انھوں نے بعد فراغت نماز کے عرض معروض کی، رسول اللہ معلوم نے

سننے ہی سفیران ہوا زن سے کہا، کہ میں اپنے اور اپنے خاندان کے غلام بلا بدل نام مولا

آزاد کرتا ہوں، جو ہیں کہ نبی کی زبان مبارک سے یہ نکلا، فوراً ہی جملہ جماعت کے لوگ

کہنے لگ گئے، کہ تم نے بھی اپنے اپنے غلامان بلا معاوضہ دتا وان نام تم ہی رہا کر دیئے، یہ تو
 امید ہی تھی، مسلم کو محمد کا اشارہ ہی کافی تھا، چہ جائیکہ وہ نمونہ نبی کی نیکی کا اپنے سامنے
 دیکھے اور پھر تقلید اوس کی نہ کرے، اک آن کی آن میں جہ ہزار آدمی یا تو غلام تھا یا ایمین
 احمدی کے اک کرشمہ سے پایہ انسان ہو گیا اور اس مروت مسلم سے متاثر ہو کر پندہ بشر
 ان غلاموں کا مسلمان ہو گیا، اس واقعہ کے بعد جلد ہی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ
 آ گئے، مدینہ کے لوگوں نے حملہ مکہ کے وقت یہ عرض بھی کی تھی کہ ہم عاجزون کو بھول نہ جائیگا،
 قبیلے کے لوگوں نے اب سر اٹھایا، یہ لوگ غیر مسلم تھے، ہر چند مسلمانوں نے ان کے ساتھ
 سلوک و رسوخ رکھنے کی کوشش کی، مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور شرارت بڑھتی ہی گئی، بلکہ طے
 والوں نے اور قوموں کو بھی مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا رویہ اختیار کر لیا، جس کسی سے
 ملے جلتے، اہل اسلام کو اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق بہت برا
 بھلا کہتے، دہرہ ساز باز جنگ بھی اب کرنے لگ گئے، اور نفعیہ یاریاں اب شروع
 کر دیں، مسلمانوں کو پتہ لگ گیا، ان کا انتظام اب نہایت پسندیدہ تھا، ارد گرد کے
 قوموں قبیلوں کی خبر اخبار ان کو بڑے وقت پر مل جاتی تھی، پتہ لگنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 حضرت علیؓ کو ان مقصد پر ازون کی گوشمالی کے لئے فوراً روانہ کر دیا، سردار طے جو شہرہ
 عرب سخی حاتم کا بیٹا تھا، مقابلہ کی تاب نہ لاسکا، اور بھاگ گیا، سپاہ و رعیت قید ہو گئی،
 امیر ایران کی جماعت سرکار میں حاضر کی گئی، اس بد قسمت گروہ میں بچا رہی مصیبت کی
 ماری دختر حاتم طائی بھی تھی، آپ بھلا ایسے باپ کی بیٹی پر کب کوئی سزا دے سکتے تھے،

حاتم طائی کی
 قید ہونا اور

دیکھتے ہی فوراً رہائی کا حکم دیدیا، مگر آفرین ہی اوس کی تربیت پر اور صد آفرین اوس کی شرافت پر
 حکم رہائی کا سن کر کہنے لگی مجھے اس رہائی میں کیا خوشی ہو سکتی ہے، جب میرے خویش اقارب
 قید ہوں، میں اپنی آنکھوں میں ان کو بندھی میں دیکھا کروں، اور آپ خوشی و شادی مناؤں،
 یہ مجھ سے مشکل ہے، آگے بھائی، ہلک گیا ہے، اب میں بھی اون سے منہ موڑ بھاؤں، یہ مجھ سے ہرگز
 نہ ہوگا، جو بھی قصور ہے، ہم سب کا ہے، بعد رضا و رغبت اوس جرم کی سزا اپنے بھائی بندوں
 کے ساتھ بھگتوں کی، ان سے طلبہ گی مجھے بڑی سزا ہے، قید رہونگی تو ان کے ساتھ تو رہونگی
 یہ میرے ہیں اور میں ان کی ہوں میں گھر سے ان کے ساتھ ان ہی کی ہو سکے چلی ہوں، اور
 ان ہی کی رہونگی،

ہمہ یاران دوزخ ہمہ یاران بہشت

اے محمد اے حاکم وقت، مجھے رہائی کی مہربانی سے معافی دے، اور مجھے ان اسیروں کے ساتھ
 رہنے دے، بنی اللہ نے جب یہ گفتگو اوس لڑکئی سے سنی، تو آپ کا دل بھرا، حکم دیا کہ سب کے
 بند کھول دو، اور سب کو آزاد کر دو،

بنی اللہ نے اسلام کا پرچار بڑا برنگا تا رجاری رکھا، قبیلہ قبیلہ میں ایک مسلمان عالم
 اسلام سمجھانے اور راہ حق بتانے کے لئے تعینات کر دیا، نتیجہ اس کا نہایت خاطر خواہ
 ہوا، مسئلہ چری تک قریباً قریباً کل عربستان مسلمان ہو گیا، اسلام نے زیادہ تر روک کمر ہی میں
 دیکھی، یا کچھ رکاوٹ پھر عرب میں بھی، ایمان گھر کا پیر بنگا، والی بات بھی عائد تھی اور ساتھ ہی
 یہ وقت بھی حائل تھی کہ بنگدہ کہ میں تھا، وہیں سے تہوں کو نکالنا تھا اور اپنا پاؤں جلاتھا

اس لئے بتوں کے خلاف معرکہ آرائی مکہ ہی میں ہو سکتی تھی، جب یہ میدان صاف ہو گیا، اور
 بتوں کا قابو لوگوں کے دلوں سے ہٹ گیا، تو پھر اسلام جہان جہان بڑھتا گیا، اپنا جھنڈا
 کھڑا نہائی گیا، آئے دن کسی نہ کسی حاکم یا سردار، امیر یا تاجدار کے مشرف باسلام ہونے کی خبر
 پہنچ ہی جاتی تھی، نبی اللہ کی رحلت سے پہلے عرب کے تمام ارد گرد کے ممالک میں اسلام کا
 بول بالا ہو رہا تھا، اور مسلمانوں کی ہر جگہ دھاک بندھ رہی تھی، کوئی دوبار باقی نہ رہا تھا
 جہان مسلمانوں کی سفارت ہو چکا تھا، نہ کوئی سلطنت ہی ایسی تھی، جہاں مسلم ایلچی
 نظر نہ آتا ہو،

جب یہ سب کچھ ہو چکا اور حقیقت میں آنکھ کو اپنی روانگی سامنے نظر آنے لگ گئی،
 تو آپؐ نے درشن کی غرض سے حرم محترم میں الوداعی حج کا ارادہ کیا، اور مع قافلہ مدینہ
 مکہ کو روانہ ہو پڑے، وہ شخص جس نے تین روز ایک غار میں چھپ کے اپنی جان بچائی تھی،
 وہ بشر جس کا مکہ میں داخلہ قطعی بند ہو چکا تھا، وہ انسان جسے قتل کرنے کے لئے سو سو اونٹ
 اور ہزار ہزار سکے چاندی کے انعام رکھے جاتے تھے، وہ بندہ جسے خدا کے بندے مار مار کر
 اوس کا خون بہا دیتے تھے، وہی انسان آج دیکھو تو کس جاہ و جلال و اقبال کے
 درجہ پر ہے، آج اوس کے پیچھے سو لاکھ عابد میدان عرفات میں سر جھکائے آنکھیں دوائے
 ہاتھ باندھے حق کے حضور میں کھڑا ہے، شاہ و گدا ایک طرح کا بلا سیلا کپڑا پہنے گویا صرف
 ایک کفن لئے، ایک ہی طرح کی وضع میں، ایک ہی جگہ کھڑے، ایک ہی خیال کے پابند
 ایک ہی خدا کے واحد کے روبرو، ایک ہی سجدے میں سر رکھے ہیں، یہ ہے مسئلہ مساوات

وہ اسے کہتے ہیں اسلام کی برکات، تفریق مٹانے کی باتیں ہر کوئی پڑا بنائے، مگر یہ کسی کا کام ہے، جو اظہر من الشمس کر کے دکھائے، جس شخص کی محنت کا صلہ اور شفقت کا ثمرہ اس طرح اوس کے روبرو اوس کی حیات میں قدرت مہیا کر دے، اوس کے دل کی خوشی کا حال پھر اُسی سے پوچھو، جس انسان کے دل کو کامل تشفی ہو جائے اور جس آدمی کے آتما کو پوری تسلی ہو جائے، کہ جس کام کو وہ دنیا میں بھیجا گیا تھا، اوس کو ادا ہو کر دکھایا۔ ایسے انسان کے قلب کے اطمینان کا اظہار وہ خود ہی کرے تو کرے اور کون کر سکتا ہے، مگر یہ اطمینان و خوشی نصیب بھی ہو، تو کیسے، صرف ایک کو، صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آمیت نازل ہوئی۔

آج میں تم لوگوں کے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی
 الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ
 نعمت تم پر پوری کی، تمہارے لیے دین اسلام ہے
 نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا
 پسند کیا۔

اس وحی سے اشارہ عیاں تھا کہ رسول کی رسالت اب ختم ہونے والی ہے، جس غرض کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تھے، وہ پوری ہو چکی ہے، یہ امر قوی دلیل اس بات کی رکھتا تھا کہ آپ کا وقت اب عنقریب ہو اور دنیا پر دن آپ کے ہو چکے ہیں، آپ جبل عرقات پر چڑھے اور مسلمانوں سے مخاطب ہو سکے یوں فرمانے لگے کہ ”اے حاضرین اہل اسلام، شاید میں اگلے سال تم میں نہ ہوں گا، اب جو کچھ کہتا ہوں کان لگا کے سنو، اور دل سے اس پر توجہ کرو، جس طرح یہ مہینہ اور خاص کر یہ دن اور اس آبادی میں

اور اس آبادی میں تم لوگوں کے لیے مقدس ہے، اسی طرح ہر مسلمان پر دوسرے کے مال کی عزت و آبرو، اور جان و مال مقدس ہے، مسلمانوں! یہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن تم سب کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا، وہ اس وقت تمہارے ہر افعال اور ہر حرکات و سکنات کا حساب کتاب لے گا، دیکھو عورتوں کے ساتھ کبھی بد سلوکی نہ کرنا، اون سے ہمیشہ مہربانی کے ساتھ پیش آنا، غلاموں کو وہ آسائش دینا جو تم اپنے آپ کو دیتے ہو، اگر اون سے کوئی خطا ہو جائے تو درگزر کرنا، یاد رہے کہ کل مسلمان آپس میں بھائی بھین، دیکھو کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے۔

اسی روز رسول اللہ صلم نے یہ بھی فرمایا، کہ جو کچھ میں نے آج تک اپنی زبان سے کہا، افضل کلام یا جو کچھ مجھ سے پہلے نبی خدا کے کہہ گئے ہیں، اون سب میں سے افضل کلام ایک ہی ہے، جس کے برابر نہ کوئی کلام ہوا ہو، اور تائید ہوگا، اور وہ یہ ہے: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لا الملک ولہ الحمد ہو علی کل شیء قدیر۔ مطلب مدعا اس کا یہ ہے، کہ خدا ایک ہی، اس کا ثانی کوئی نہیں ہے، ملک عالم اس کا ہے، سلطنت دنیا اس کی ہے، تمام طاقت وہی ہے، اور سزا و ارشاد ہی ہے،

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاک و خدائی	نزد من بجز آن رہ کہ تو آن ہ بنائی
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ در کار تو جویم	ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوند مبینی تو خداوند یاری	تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و حفت نہ جوئی تو خور و حفت نخواہی	احدا بے زن و حفتی ملک کام روائی

نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی
نہ تو خیری نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزانی
تو رحیمی تو کریمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مزی ملک العرش سبحانی
ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی
ہمہ را رزق رسانی کہ تو بودی و عطائی
بری از خفتن و خوردن بری ز تہمت و ن
بری از بیم و امید بری از لہج و بلائی
تو علیمی تو حکمی تو خیری تو بصیری
تو نمایندہ فضل تو سزاوار خدائی
نہ تو ان شہ تو کردن کہ تو در شہ نیائی
نہ تو ان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہی

نہ کی ملت

ابن ابی امیہ کی عمر (۷۳) برس کی ہو چکی تھی، اور ہجرت کا گیارہ سال تھا، کہ تنوکی
نوبت آجی، دنیا کے دکھوں سے جان بھی نہ ڈھال ہو چکی تھی، وقتاً بخیر، بخار بھی
اس بلا کا کہ اندامان سے، تن سے تپ کی تپش کے ایسے لپکے اُٹھتے تھے، کہ جسم چھو نہ سہل ہو گیا
بڑھاپے کی دیمک نے قوا کھائے تھے، جو تھوڑی بہت طاقت باقی تھی وہ بیماری کی نذر ہو چکی
تھی، مگر بان دل ویسے ہی دلیر تھا، باوجود اس نقابست و ضعف کے آپ نے کوئی نماز قضا
نہ کی اور پانچون وقت مسجد میں جا کے جماعت کے ساتھ پڑھی، جب تین دن کو حج میں نہ گئے
تو اعضا بالکل ہی جواب دینے لگ گئے، آپ کو سہما سے مسجد پہنچا بھی اب کٹھن ہو گیا،
آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی جگہ امام منتخب کیا، اور خود اون کے پیچھے کھڑے ہو کے نماز ادا کی،
جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، کہ اے لوگو! اگر میں تم سے کسی پر کوئی زیادتی کی ہو
تو مجھے معافی دو، مگر مجھ سے آگے گرفت نہ ہو، اور اس کی جناب میں میں سرخرو ہو کے
جاؤں، اے لوگو! اگر میں کسی کو سخت سست کہا ہو تو مجھ سے ہر گز نہ کرو، اے لوگو! اگر

میں کسی کی پشت پر ناجائز حکم تازیانہ لگانے کا دیا ہو، تو اس کے لیے میری پشت موجود ہے۔
 اے لوگو! اگر میں کسی کا کوئی قرض نہ ادا کیا ہو، تو اب وقت ہی، وہ مجھ سے لے لے، اے لوگو!
 اگر مجھ سے کسی کو اندا پہنچی ہو، تو میں اس وقت اس کی معافی کے لیے حاضر ہوں، اے
 لوگو! مجھے معافی دو، تاکہ قیامت کا مواخذہ نہ رہے، ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا، کہ آپ نے
 مجھ سے تین درم ایک دفعہ ایک گدا کو دوائے تھے، مگر ابھی واپس نہیں گئے، آپ نے
 یہ قرض فی الفور ادا کر دیا، بستر مرگ پر جانکنی کی حالت میں آپ نے کچھ فرمایا، تو لوگوں نے
 بار بار اصرار کیا اور دریافت کرنا چاہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں، آپ نے کہا، مجھ کو میرے
 حال پر چھوڑ دو، کیونکہ جس عالم میں میں ہوں، وہ اس عالم سے بہتر ہے، جس کی
 طرف تم مجھے بلاتے ہو، نزع میں بار بار یہی کلمہ زبان پر لاتے تھے کہ بل الرفیق اعلیٰ
 بل الرفیق اعلیٰ، یعنی اعلیٰ دوست کے پاس، اعلیٰ دوست کے پاس، آرزو آپ کی
 پوری ہو گئی، اور حبیب خدا اپنے اعلیٰ دوست کے پاس ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۷ ہجری
 مطابق ۸ جون ۱۶۳۷ء پیر روز دوپہر کے وقت روانہ ہو گئے، طائر روح جسم سے
 پرواز کر گیا، اور چین عالم سے اوس نبیل بے نظیر کا چہرہ اٹھ گیا،

جب امت کو سبیلِ حقیقی کی نعمت ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
 رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی محبت بنی نے کیا خلق سے قصدِ حلت

تو اسلام کی وارث اک تو مچھوڑی

کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

مرجا سیدی کی مدنی العسری
 من میل بجال تو عجب حیرانم
 نسبت نیست بذات تو نبی آدم را
 نسبت خود بسبکت کردم و بس منفعلم
 ذات پاک تو درین ملک عرب کرد ظهور
 چشم رحمت بکشاسوی من انداز نظر
 نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
 بود و فیض تو استادہ بعد عجز و نیاز
 ماہمہ تشنہ لبانیم و تو می آب حیات
 شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
 دل و جان باد فدایت چه عجب خوش بقی
 اللہ اللہ چه جلال است بدین بوالعجبی
 بہتر از عالم و آدم تو چه عالی نسبی
 زانکہ نسبت بسبک کوئے تو شد بے ادبی
 زان سبب آمدہ قرآن بزبان عربی
 اے قریشی بقی ہاشمی و مطلبی
 زان شدہ مشرہ آفاق بشیرین ربی
 روحی و طوسی و وہندی بینی و حبلی
 لطف فرما کہ ز حد میگزد و تشنہ لبی
 بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسیدیچ نبی

سیدی انت حبیبی و طیب قلبی
 آمدہ سوئے تو قدسی پئے در مان طلبی

اسی سلسلہ انسداد کے اور سائے یہ ہیں

اسلامی توحید اسلامی رسول
۲۲ ۳۲ کے معجزات ۶

اسلام کے ضروری عقائد
۶ جاننا مسلم ۲ حق پستوں پر تم ۲

تاکید نماز اسلام کی نیک پھیلا
۳۳ ۳۳ محمد کی سرکار ۸

ترغیب حساب پنواری کی دکان
۳۳ تعلیم خدمت گار ۳۲

حلائی کی تعلیم خدائی انکم ٹکیں
۸ پرندوں کی تجارت ۸

ہندو کی نعت ہندو مذہب
۳۳ کی معلومات ۸ حلال خور ۸

غزوئی جہاد سکھ قوم
۸ متب کو نامہ ۳۲

دفتر خلیفہ شیخ بک پو دہلی سے منگائیے